پروفیسر محمد فتوح ضیاء قادری مدظلہ

رضا اکیڈمی
رجسٹرڈ لاہور
(پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

قرآن مجید کے معجزات

..... از .....

پروفیسر محمد رفیق ضیاء قادری

(صدر شعبہ معارف اسلامیہ)

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) مسجد رضا، چاہ میراں، لاہور۔

سلسلہ کتب ۱۰۹

نام کتاب .... قرآن مجید کے معجزات

تحریر .... پروفیسر محمد رفیق ضیاء قادری

صفحات ....

کمپوزنگ .... ایم یو کمپوزنگ سنٹر' ہجویری مارکیٹ ۱۱۵ میکلوڈ روڈ لاہور۔

تعداد ....

اشاعت .... ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء

ناشر .... رضا اکیڈمی لاہور۔

ہدیہ .... دعائے خیر برائے معاونین

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات .... روپے کے ٹکٹ ارسال کریں

☆..... ملنے کا پتہ .....☆

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) مسجد رضا' محبوب روڈ چاہ میراں' لاہور۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد رحمۃ للعلمین و خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ اجمعین فی کل مکان و حین ○ امابعد

یایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نوراً مبیناً ○ (سورۃ النساء ۴/۱۷۴)

"اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلیل آئی اور ہم نے تمہارے پاس روشن نور اتارا۔"

دامت لدینا ففاقت کل معجزۃ
من النبیین اذ جاءت ولم تدم

"یہ معجزے جو تمام انبیاء کے معجزوں سے فائق ہیں ہمارے پاس ہمیشہ کے لئے ہیں جب یہ معجزات آئے تو پہلے تمام ختم ہو گئے۔"

(علامہ بوصیری)

معجزہ کا مفہوم

امر خارق العادۃ یعجز البشر عن ان یاتوا بمثلہ۔

(المنجد)

یعنی وہ خارق عادت جس کو اللہ تعالیٰ کسی نبی کے ہاتھ سے ظاہر کر

دے اور دوسرے انسان اس سے عاجز رہیں معجزہ کہلاتا ہے' اس کی جمع
معجزات ہے لہٰذا معجزہ کے معنی ہوئے کہ نبی کے دعوائے نبوت کے ساتھ
اس کی ذات سے ایسے کام یا صفت کا ظاہر ہونا جو عادت کے خلاف ہو۔
اور مخلوقات میں سے کوئی شخص ایسا کام نبی کے مدمقابل ہو کر کرنے سے
عاجز رہے اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اسے معجزہ کہتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ
صفت مدمقابل کو نبی کے سامنے عاجز و ناکام کر دیتی ہے۔

سراپا معجزہ

جب تک کوئی کام انسانی عادت کے خلاف ظہور پذیر نہ ہو تو وہ
معجزہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری فرمائی
ہے کہ وہ زمین پر ٹھہرے' ہوا میں سانس لیکر زندہ رہے۔ جسمانی اور
مادی غذا کو استعمال کرے' وہ زمین پر ہی رہے آسمانوں پر جانا اس کے لئے
خلاف عادت ہو گا۔ اس طرح نورانی مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ
عادت مقرر فرمائی ہے کہ وہ چشم زدن میں آسمانوں سے زمین پر آئے اور
آن واحد میں زمینوں سے آسمانوں پر جائے' مادی غذا گوشت' روٹی وغیرہ
نہ کھائے۔ پانی پینا' ہوا میں سانس لینا نورانی مخلوق کی عادت نہیں۔ نوری
شخص آگ' پانی' ہوا و مٹی کے بغیر زندہ رہے گا اس کے لئے زمین پر
چلنا' کھانا تناول کرنا' پانی پینا' ہوا میں سانس لینا سب خرق عادت میں شمار
ہو گا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے
بشریت بھی عطا فرمائی اور نورانیت بھی۔

آیت قرآنیہ : قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی اور حدیث
شریف میں ہے فانا بشر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت
کی دلیل ہے اور دوسری آیت ہے قد جاء کم من اللہ نور و
کتاب مبین اور آپ نے دعا فرمائی اللھم اجعلنی نورا حدیث
پاک آپ کی نورانیت کی دلیل ہے۔ جب دونوں صفتیں حضور نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ثابت ہو گئیں تو یہ امر بھی ثابت ہو گیا
کہ جس طرح آسمانوں پر تشریف لے جانا' مادی غذا کھانے پینے اور ہوا
کے بغیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کی بشریت مطہرہ کے
لئے خرق عادت ہونے کے باعث بہت بڑا کمال اور عظیم الشان معجزہ ہے۔
بالکل اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا' پینا' چلنا' پھرنا
اور دیگر اوصاف بشریت کا ذات مقدسہ میں پایا جانا حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کے لئے خرق عادت ہونے کی وجہ سے معجزہ
ہے۔ خلاصہ یہ کہ نورانی اوصاف بشریت کے اعتبار سے معجزہ ہیں اور بشری
اوصاف نورانیت کے لحاظ سے معجزہ ہیں اور آقائے نامدار' خاتم الانبیاء'
حبیب رب علی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات
پاک بشریت اور نورانیت کی جامع ہونے کی وجہ سے سراپا معجزہ ہیں۔ اس
لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم و انزلنا الیکم
نوراً مبینا ○ (سورۃ النساء ۱۷۴)

" اے لوگو ! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی
دلیل آئی اور ہم نے تمہارے پاس روشن نور اتارا۔"

اس آیت میں الناس فرمایا کیونکہ اس میں کفار' مشرکین' یہودی'
نصرانی' مجوسی غرضیکہ ساری اولاد آدم کو مخاطب فرما کر اعلان کیا گیا کہ
آپ کی نبوت کسی زمانہ کسی جگہ اور کسی قوم سے خاص نہیں جس کا اللہ
رب ہے اس کے حضور ﷺ نبی ہیں خدا کی خدائی میں آپ کی مصطفائی
اور بادشاہی قیامت تک قائم ہے۔

برہان کے معنی ہیں قوی دلیل جس سے دعوے کو مضبوط کیا جاتا
ہے۔ یہاں دلیل سے مراد معجزات ہیں بلکہ خود ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کو
برہان فرمایا کیونکہ آپ رب تعالیٰ کی ذات و صفات کی ایسی مضبوط اور پختہ
دلیل ہیں جسے کوئی مخالف توڑ نہیں سکتا۔ حضور ﷺ کو جب برہان فرمایا گیا
ہے اور برہان عقل سے جانی جاتی ہے عقل صرف انسانوں میں ہے' جنات'
فرشتوں یا دوسری کسی مخلوق میں نہیں اس لئے خطاب صرف انسانوں سے
ہوا نیز کیونکہ آپ نوع انسان سے ہیں اس لئے یہاں انسانوں کو ہی
خطاب ہوا ہے کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے نیز نور سے مراد قرآن
مجید ہے چونکہ حضور ﷺ پہلے تشریف لائے اور قرآن مجید بعد میں۔ نیز
پہلے کلمہ پڑھا جاتا ہے پھر قرآن مجید' اس لئے حضور ﷺ کی آمد پہلے بیان
ہوئی اور قرآن کی آمد بعد میں مذکور ہوئی۔

چونکہ نور ہلکا بھی ہوتا ہے تیز بھی' ہلکا نور خود مدھم سا نظر آتا ہے
کسی کو چمکاتا نہیں اور تیز نور خود بھی نظر آتا ہے دوسری چیزوں کو بھی چمکا
دیتا ہے۔ نور مبین فرما کر بتایا کہ وہ نور بہت تیز ہے جس نے ساری
کائنات کو منور کر دیا ہے۔

سراپائے مبارک

حضرات انبیاء کرام کے معجزات اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی
واضح دلیل ہیں جن سے رب تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ مگر حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سراپا برہان ہیں کہ تمام دینی و دنیوی اور
ایمانی معمے آپ سے حل ہوتے ہیں۔ تمام دعوے حضور ﷺ سے ہی پایہ
ثبوت کو پہنچتے ہیں کیونکہ آپ ہی سراپا معجزہ ہیں۔

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے
ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

گذشتہ انبیاء کرام کے ہاں کسی کے ہاتھ میں معجزہ جیسے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کا ید بیضاء کسی کی آواز معجزہ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام' کسی
کا چہرہ اور حسن معجزہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام' کسی کی سانس معجزہ
جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام .... مگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کا ہر عضو معجزہ' ہر حال معجزہ' ہر وصف معجزہ نہیں بلکہ معجزات
کا مجموعہ ہے جس کی مختصر تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

موئے مبارک

آپ ﷺ کا موئے مبارک بھی معجزہ ہے حضرت خالد بن ولید
رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں رہا تو انہیں ہر جہاد میں فتح نصیب ہوئی' شاہ ہرقل کی
ٹوپی میں پہنچا تو اسے درد سر سے شفا ہوئی' بیماروں نے موئے مبارک کو
دھو کر پانی پیا تو ہر قسم کی مرض سے شفا ملی' صحابہ کرام نے بال شریف

اپنے کفن میں رکھوایا تاکہ قبر کی مشکلات حل ہوں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر موئے مبارک پہنچا تو تمام رات انہوں نے فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سنی (مواھب و مدارج النبوت) آج بھی اگر آپ کے موئے مبارک کو کڑکڑاتی دھوپ میں لے کر باہر نکلیں تو آپ کے موئے مبارک پر بادل کا سایہ ہو جاتا ہے۔

چشم مبارک

آپ ﷺ کی آنکھیں بھی معجزہ ہیں، آپ اندھیرے میں اجالے میں اور آگے پیچھے ہر طرف کو دیکھ لیتے تھے۔ اسی آنکھ نے تاقیامت رونما ہونے والے تمام واقعات کو دیکھا، انہیں آنکھوں نے نماز کسوف میں جنت کو ملاحظہ فرمایا اور انہیں آنکھوں سے۔ مسلمانوں کا رکوع و خشوع ملاحظہ فرمایا اور کیفیات دل سے آگاہ ہوئے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

اے فروغت صبح آثار و دہور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

اور یہی وہ آنکھیں مبارک ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کو سمیٹا ان اللہ زوی لی الارض حتی رایت مشارقھا و مغاربھا (مسلم شریف)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمٹا دی یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔" اور انہیں آنکھوں نے رب تعالیٰ کا نظارہ کیا اور شاہد (یعنی عین گواہ) بن گئے۔

سر عرش پر ہے تری گزر

دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے
نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

بینی مبارک

آپ ﷺ کی ناک مبارک بھی معجزہ جس نے مدینہ منورہ سے حضرت اویس قرنی کے ایمان کی خوشبو یمن سے پالی تھی۔

زبان مبارک

آپ ﷺ کی زبان مبارک بھی معجزہ جس کی ہر بات وحی خدا، اس زبان سے جو نکلے وہی ہو جائے۔ (روح البیان) گویا وہ زبان کن کی کنجی ہے، جس زبان کا ہر حرف قانون شریعت ہے۔

حکم بن عاص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آتا جب آپ کلام فرماتے تو منہ مار مار کر آپ کا سانگ (نقل اتارتا) تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کن کذلک (ایسا ہی ہو جا) تو وہ مرتے دم تک منہ مارتا رہا۔ (طبرانی، بیہقی، خصائص)

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

لعاب مبارک

آپ ﷺ کا لعاب مبارک بھی معجزہ جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

گھر دعوت کے موقع پر ہانڈی اور آٹے میں لگ جائے تو سینکڑوں مہمان سیر ہو جائیں، ہانڈی کی بوٹیوں، شوربہ، نمک، مرچ، گھی، مصالحہ وغیرہ سب کے چشمے جاری ہو گئے۔ یہی لعاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لگے تو دکھتی آنکھ شفا پا جائے، یہی لعاب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی ٹوٹی ہڈی کو لگا تو درست ہو گئی، یہی لعاب معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے کندھے اور ہاتھ کو لگا تو اسے جوڑ دیا، یہی لعاب غار ثور میں صدیق اکبر رضی تعالٰی عنہ کے پاؤں کے انگوٹھے میں لگا تو سانپ کا زہر ختم ہو گیا، یہی لعاب کھاری کنویں میں پڑا تو اسے میٹھا کر دیا اور خشک کنویں میں پڑا تو پانی پیدا ہو گیا۔

ہاتھ مبارک

آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک بھی معجزہ ہیں کہ جنگ بدر میں مٹھی بھر کنکر کفار پر پھینکے تو سب کی آنکھوں میں کنکر پہنچ گئے، رب نے اس ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا اور فرمایا یداللہ فوق ایدیھم اس ہاتھ میں کنکروں نے کلمہ پڑھا، اس ہاتھ پر صحابہ نے بیعت کی تو رب سے بیعت ہو گئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک دعوت کے موقعہ پر دسترخوان سے حضور انور ﷺ نے ہاتھ مبارک پونچھ لئے تو وہ کپڑے کا دسترخوان کبھی آگ میں نہیں جلا، جب میلا ہو جاتا جلتے تنور میں ڈال کر صاف کر لیا جاتا تھا مگر جلتا نہ تھا۔

گفت روزے مصطفٰے دست و دہاں
بس بمالد اندریں دستار خوان
(مثنوی رومی)

انگلیاں مبارک

آپ ﷺ کی انگلیاں مبارک بھی معجزہ ہیں ایک پیالہ پانی میں یہ انگلیاں رکھ دی گئیں تو پانی کے چشمے جاری ہو گئے، انگلی شریف کے اشارے سے چودھویں رات کا چاند دو ٹکڑے ہو گیا، انگلی شریف کے اشارے سے ہی ڈوبا ہوا سورج واپس ہوا۔

اشارہ سے چاند کو چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

پسینہ مبارک

آپ ﷺ کا پسینہ مبارک بھی معجزہ جس میں گلاب سے اعلٰی خوشبو کہ جس بچی کی شادی میں عطا فرمایا وہ گھر ہی بیت المطیبین (خوشبو والوں کا گھر) مشہور ہو گیا (خصائص کبریٰ) جب آپ ﷺ مدینہ کی گلیوں سے گزرتے تو در و دیوار گلی کوچے مہک جاتے اور آج تک ہوا اور مٹی کو مہکا دیا ہے۔

عنبر زمین عبیر ہوا مشک تر غبار
ادنٰی سی یہ شناخت تری رہ گذر کی ہے

پاؤں مبارک

آپ ﷺ کے پاؤں مبارک بھی معجزہ کہ پتھر پر چلیں تو پتھران کا

اٹھ لے اور فرش پر بھی چلیں اور عرش پر بھی۔ مقام ذی المجاز میں آپ
کے چچا حضرت ابوطالب کو پیاس ستائے تو یہ قدم زمین پر پڑے تو چشمہ
جاری ہو جائے اور اس پر قدم رکھ کر دبا دیا گیا تو جاری چشمہ بند ہو
جائے۔ (ابن سعد' عساکر) اور اس قدم مبارک کو احد پہاڑ پر مارا تو وہ
ہلنا بند ہو گیا' کوہ شبیر پر پڑے تو وہ ٹھہر جائے اور یہی قدم مبارک ہیں کہ
جس جانور پر آجائے تو اگر وہ ست و کمزور ہوتا تو تیز اور چالاک ہو جاتا۔
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اونٹنی' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کو ایک ٹھوکر
لگی تو وہ تیز و توانا ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ٹھوکر ماری تو وہ فوراً صحت مند
ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ست گدھے پر سوار ہوئے
تو وہ تیز ہو گیا بلکہ وہ تمام جانور جن پر آپ نے اپنا قدم مبارک رکھا اور
سوار ہوئے وہ ہمیشہ توانا و تندرست رہے' کبھی کمزور و ضعیف نہیں ہوئے
یہی قدم مبارک وہ مقدس قدم ہیں جو شب معراج عرش کے بھی اوپر پہنچے
اور انہیں کی برکت سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو شرف حاصل ہوا۔

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

الغرض آپ کا سونا جاگنا معجزہ کہ ہر ایک کی نیند وضو توڑ دے مگر
آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی' تمام جسم پاک معجزہ کہ اس کا سایہ نہیں۔
مبادا کہ وہ قدم کے نیچے آجائے' تمام کے پیشاب و پاخانہ نجس ہیں مگر
حضور ﷺ کا پیشاب و پاخانہ پاک ہیں (شامی باب انجاس) آپ ﷺ کا ہر

وصف معجزہ' ہر حالت رب تعالیٰ کی قدرت کی دلیل' آپ کا نام مبارک
بھی معجزہ کہ وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اور آپ ﷺ کا نام رب
تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش سے بھی پہلے رکھ دیا تھا' حضرت آدم علیہ السلام
نے اس نام کو عرش کی ساق پر لکھا پایا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی
اس نام کی برکت سے مکمل ہوئی' آپ ﷺ کے نام کے طفیل انبیاء کرام
نے دعائیں کیں اور فتوحات حاصل کیں۔

اگر اسم محمد رانیا ور دے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

چنانچہ علامہ بوصیری فرماتے ہیں ۔

ایاته الغر لایخفی علی احد
بدونها العدل بین الناس لم یقم

کہ آپ ﷺ کے روشن معجزات کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں کیونکہ ان
کے بغیر لوگوں میں عدل قائم نہیں ہوتا۔

کم ابرات وصبا باللمس راحته
واطلقت اربا من ربقة اللمم

کہ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک لگانے سے بہت سے بیمار اچھے ہو
گئے اور آپ کے دست مبارک کے طفیل بہت سے محتاج رشتہ دیوانگی سے
رہا ہو گئے۔

جس طرح سے آپ ﷺ کا سراپا معجزہ اور اس سے تعلق رکھنے

والا ہر وصف، ہر چیز معجزہ ہے اسی طرح سے وہ نور جس کا اس آیت میں اتارنے کا مذکور ہوا وہ آپ کے اخلاق کا حسین و جمیل رخ ہے لہٰذا وہ بھی بہت سے معجزات کا مجموعہ ہے۔ اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے تمام لوگوں کے پاس انہی دو معجزات (ذات پاک مصطفےٰ ﷺ اور قرآن مجید) کا ذکر فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے اس لئے فرمایا کہ حضور ﷺ کی معرفت قرآن مجید کی معرفت پر مقدم ہے۔ حضور ﷺ کو پہلے مانتے ہیں قرآن مجید کو بعد میں۔ دیکھیں پہلے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور مسلمان بن کر قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ نیز یہ کہ قرآن مجید ہمارے پاس آیا نہیں بلکہ لایا گیا ہے حضور ﷺ نے ہم تک پہنچایا ہے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری بذات خود ہے اور قرآن پاک کی آمد حضور ﷺ کے تابع ہے۔ نیز مخلوق نے حضور ﷺ سے قرآن کو جانا ہے نہ کہ قرآن سے حضور ﷺ کو، یعنی جب حضور ﷺ کی نبوت معجزات وغیرہ سے مان لی تب یہ مانا کہ قرآن کتاب ربانی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے اس لئے برہان پہلے اور انزل بعد میں فرمایا گیا ہے۔

اقسام معجزات

گذشتہ سطور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ معجزات تین طرح کے ہوتے ہیں :

اول - وہ جو ہر طرح نبی کے ساتھ رہتے ہیں جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہ ہونا، دندان مبارک

سے نورانی شعاعوں کا نکلنا، آپ کے پسینہ سے خوشبو کا آنا، جوں یا کھٹمل یا مکھی وغیرہ کا آپ کے جسم مقدس پر نہ بیٹھنا وغیرہ۔

دوم - وہ جو ہر وقت ان کے قبضہ میں رہتے ہیں جب چاہیں تب ظاہر فرما دیں اور دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی وہ ایسے ہی اعجاز کے حامل رہتے ہیں جیسے آپ ﷺ کی موجودگی میں تھے جیسے آپ کے موئے مبارک کے برکات، قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل سیرۃ مقدسہ مع اسناد کے ہر ایک کے سامنے ہے۔ یہ ایسے معجزات ہیں جو قیامت تک اپنی اثر انگیزی دکھاتے رہیں گے۔

سوم - وہ جن کا ظاہر ہونا رب تعالیٰ کے کرم و مرضی پر موقوف ہوتا ہے۔ پیغمبر کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا جیسے آیات قرآن مجید کا نزول، عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ فرمانا، کنکروں کا کلمہ پڑھنا، غزوہ بدر میں کنکریوں کا کفار کی آنکھوں میں پڑ جانا۔

قرآن مجید کے وجوہات اعجاز

اس بات پر تو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ قرآن پاک معجزہ ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ وہ کس حیثیت سے معجزہ ہے اور وجہ اعجاز کیا ہے؟ اس میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

۱ - نظم کلام : بعض معتزلہ کے نزدیک قرآن پاک کا نظم کلام معجزہ ہے یعنی اہل عرب کا کلام جس طرز اور اسلوب پر ہوا کرتا تھا قرآن مجید نے انہیں چھوڑ کر ایک اور بدیع و عجیب طرز و اسلوب

اختیار کیا جو عرب میں موجود نہ تھا' ان کے کلام کا تمام تر نمونہ شعر تھا۔ قرآن مجید نے نثر کا اسلوب اپنایا۔ کاہناں عرب کا کلام بھی نثر ہوتا تھا لیکن اس میں تکلف اور آورد تھی' قرآن مجید نے ان جیسی نثر کو بھی چھوڑ کر نظم و نثر کے درمیان ایک ایسا پسندیدہ اسلوب اختیار کیا جو فصحاء و بلغائے عرب کے تخیل میں بھی نہیں تھا۔ قرآن پاک کے مطالعہ سے جو اس کے مقاطع اور فواصل یعنی جس طرح قرآن کسی بیان کا آغاز اور اس کا اختتام کرتا ہے اور جس طرح ایک ایک آیت کو توڑتا ہے وہ حد اعجاز میں داخل ہے۔

۲ - معتزلہ میں سے جاحظ اور تمام اشاعرہ قرآن مجید کو وضاحت و بلاغت کی حیثیت سے معجزہ قرار دیتے ہیں۔

۳ - نظام معتزلی اور ابن حزم ظاہری یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور امام رازی بھی اس کو اقرب الی الصواب کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام بلغائے عرب و عجم کی زبانیں اس کے مقابلہ میں گنگ کر دیں اور وہ اس کی کسی آیت کا بھی جواب نہیں لاسکے۔

۴ - بعض متکلمین کے نزدیک وجہ اعجاز قرآن مجید کا اظہار غیب اور پیشین گوئیاں ہیں جو انسان کے حیطہ امکان سے باہر ہیں۔

۵ - بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں چھپے ہوئے اسرار کو فاش کرتا ہے جو انسانی دسترس سے باہر ہیں۔

۶ - کسی نے وجہ اعجاز یہ بتائی کہ انسانوں کے کلام بلند و پست' کامل و ناقص' صحیح و غلط غرض مختلف المراتب ہوتے ہیں لیکن قرآن مجید شروع سے آخر تک بلندی کمال اور صحت کے لحاظ سے ایک ہی نوعیت کا ہے۔

۷ - کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ معجزہ یہ ہے کہ ایک امی کی زبان سے ایسا کلام بلاغت نظام نکلا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ (شرح مواقف اعجاز قرآن باقلانی' اتقان سیوطی' ابن حزم و سیرۃ وغیرہ)۔

۸ - قرآن مجید کے اعجاز کی ایک وجہ اس کی خارق عادت تاثیر اور قلوب انسانی کی تسخیر بھی ہو سکتی ہے۔

۹ - بعضوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا اصل اعجاز اس کے احکامات' تعلیمات اور ارشادات ہیں۔

۱۰ - گذشتہ واقعات کی صحیح ترین خبریں جو آپ نے کسی معلم کے ذریعہ حاصل کیں اور نہ ہی کسی کتاب سے ملیں وہ تمام کی تمام حرف بحرف صحیح ہیں یہی اعجاز کا سبب ہے۔

۱۱ - بعض نے کہا کہ اس کی حلاوت و لذت جو بار بار پڑھنے یا سننے سے حاصل ہوتی ہے وہی اس کا اعجاز ہے کیونکہ نہ پڑھنے والا اور نہ سننے والا اس سے تنگ آتا ہے۔

۱۲ - پھر اس کی حفاظت کا وعدہ جو اس کتاب میں کیا گیا ہے وہ درست ثابت ہوا اور قیامت تک اس کا محفوظ و مامون رہنا اس کا اعجاز ہے۔

۱۳ - بعضوں کا خیال ہے کہ قرآن مجید کا سب سے بڑا معجزہ

اسلام ہے۔

۱۴ - پھر کچھ نے کہا کہ اس کا بڑا اعجاز اس کے علوم و معارف ہیں۔

۱۵ - بعض کہتے ہیں کہ اس کا اعجاز وہ خوف ہے جو اس کی تلاوت کے بعد قاری کو لاحق ہوتا ہے۔

۱۶ - کسی نے کہا کہ یہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے یہی اس کا اعجاز ہے۔

۱۷ - بعضوں کا قول ہے کہ یہ اس لئے معجزہ ہے کہ اس میں دلیل و مدلول جمع کر دیا گیا ہے۔

۱۸ - اس کا اعجاز یہ بھی ہے کہ یہ ہر بچے، بوڑھے، جوان، عورت، مرد سب کو آسانی سے حفظ ہو جاتا ہے۔

۱۹ - اس کے اعجاز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا ایک جزو دوسرے جزو کے مشابہ ہوتا ہے۔

۲۰ - اس کا اعجاز یہ بھی ہے کہ یہ پہلی الہامی کتابوں کا مصدق و مہیمن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام اختلافات باہم متضاد نہیں ہیں جو ایک جگہ مجتمع نہیں ہو سکتے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وجہ اعجاز صرف ایک میں محدود ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرح قرآن مجید کے وجوہ اعجاز اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا، جس طرح سے حضور ﷺ کے اخلاق و اوصاف کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ جس شخص کو اپنے مذاق کے مطابق جو بات نمایاں نظر آئی اسی کو

اس نے وجہ اعجاز قرار دے لیا۔ کوئی حسین و خوبصورت چیز جب نقادان فن کے سامنے آتی ہے تو کوئی اس کے رنگ و روغن کا مداح ہوتا ہے، کوئی اس کے اعتدال قامت کی تعریف کرتا ہے، کوئی اس کی وضع قطع کو بہ نظر تحسین دیکھتا ہے، کوئی اس کی زیبائش و آرائش کی مدح سرائی کرتا ہے۔ تو درحقیقت اس کی ذات ان تمام اوصاف کا مجموعہ ہوتی ہے اور ہر ناقد اپنی چشم سے جو کچھ دیکھتا ہے اس کو حسن کا معیار قرار دے لیتا ہے۔

عباراتنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

"یعنی ہماری عبارتیں اگرچہ مختلف ہیں لیکن تیرا حسن ایک ہی ہے، ہر شخص اپنی عبارت میں اس ایک حسن کی طرف اشارہ کرتا ہے۔"

قرآن مجید کی ان آیات کا اگر جائزہ لیا جائے جن سے اس کے وجوہ اعجاز کی طرف اشارہ ہوتا ہے تو وہ ہمیں مختلف نظر آتی ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے وجوہ اعجاز اس قدر متعدد اور کثیر الاطراف ہیں کہ ان کو کسی ایک کتاب میں بھی ذکر کرنا یا محدود کرنا ممکن نہیں۔

اس نے کہیں تو اپنی تعلیم و ارشاد کی مدح کی ہے، کہیں اپنی تاثیر و قوت جذب کی طرف اشارہ کیا ہے کہیں اپنے عدم اختلاف کو برحق ہونے کی نشانی بتایا ہے، کہیں اپنی عربیت و حسن کلام کو ظاہر کیا ہے۔ کہیں ایک امی کی زبان کا پیغام ہونا معجزہ بتایا اور کہیں نور ہدایت، حکمت اور بینة اور دیگر مختلف اوصاف معنوی کا پیکر بتایا ہے۔ چنانچہ ذیل میں کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں اور مزید گفتگو کو بڑھایا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن پاک کا اسلوب و اعجاز

ہر ایک پیغمبر کو اس قسم کا معجزہ عطا ہوا جس کا اس کے زمانے میں بہت چرچا اور زور تھا' جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بہت زور تھا تو آپ کی لاٹھی کو سانپ بنانے کا اور ید بیضا کا معجزہ عطا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب کا بہت چرچا تھا تو آپ کو مردہ زندہ کرنے اور اندھوں کو بینا اور مختلف شکلیں بنا کر ان میں پھونک مار کر جان ڈالنے کے معجزات عطا ہوئے جن کا تعلق طب سے تھا اور دوسرے اطباء ایسا کرنے سے عاجز رہے۔

اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا زور و شور تھا اس لئے آپ کو قرآن پاک کا معجزہ عطا ہوا اور پھر جس طرح صاحب قرآن کی ہر ہر ادا کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ بنایا' اس طرح قرآن پاک کے بھی ہر ہر حرف کو اور ہر کلمہ و لفظ کو اس کی ترکیب و بندش کو اعجاز سے نوازا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کے اسلوب اور اس کے اعجاز کی مماثلت نہ کسی فصیح کا کلام کر سکتا ہے نہ کسی خطیب کا خطبہ اور نہ کوئی مشہور شاعر کا کوئی شعر اس سے کچھ بھی قرب نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے طرز میں مختلف منفرد اور پنچ میں یگانہ ہے۔ چنانچہ جن امور میں اسے انفرادی حیثیت حاصل ہے وہ اس کی تراکیب کلام کا حسن اور اس کے کلمات اور مفرد الفاظ کا باہمی تناسب ہے' اس کی فصاحت ہے اور اس کے وجوہ اختصار ہیں اور سب سے بڑھ کر اس کی وہ بلاغت ہے جو عرب کے لئے

خارق عادت کی حیثیت رکھتی ہے۔ عرب فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھے اور فصیح و بلیغ کلام کے شہسواروں میں تھے۔ بلیغ خطابت اور حکیمانہ کلام میں ان کی مہارت مسلم تھی۔ ان کے علاوہ دوسری قومیں اس خصوصیت سے عاری تھیں۔ انہیں ایسی طاقت لسانی حاصل تھی جس سے دوسرے خطوں کے انسان بے بہرہ تھے۔ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے اور اپنے مافی الضمیر کو وضاحت سے پیش کرنے میں انہیں ایسا ملکہ حاصل تھا جو عقلوں کو ان کی طرف مرتکز کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے زبان پر یہ قدرت ان میں طبعاً" اور خلقاً" رکھ دی تھی برجستہ خطابت اور فی البدیہہ شعر گوئی اور تقریر کا ایسا ملکہ حاصل تھا کہ انسان پر حیرت و استعجاب کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ شدید سے شدید مراحل میں وہ اپنی تقاریر اور خطبوں میں کلام کے تمام وسائل کو کام میں لاتے تھے۔ چمکتی ہوئی تلواروں اور ٹکراتے ہوئے نیزوں کے درمیان فی البدیہہ رجزیہ اشعار پڑھا کرتے' مدح کرنے پر آتے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے اور ذم کرنے پر اترتے تو تحت الثریٰ میں پہنچا دیتے' یہ زور کلام ان کا بہت بڑا وسیلہ تھا جس سے دم کے دم میں وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیتے جن سے وہ مدد طلب کرتے۔ اشخاص و قبائل کو بلند و پست کیا کرتے اور ان کے اوصاف کو موتیوں کی لڑی سے زیادہ خوبصورت زیور پہنایا کرتے۔ اس زبان آوری کی بدولت وہ جادو جگایا کرتے کہ عقلوں کو فریب دینا اور سختیوں کو نرم کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ دیرینہ کینوں میں ہیجان برپا کر دینا' بزدل کو جری بنانا بخیل کے ہاتھ کو کشادہ کر دینا' ناقص کو کامل بنا کر پیش کرنا اور عقلمند کو گمنام بنا دینا' ان کی زبان آوری کے معمولی کرشمے

تھے ان کا بدوی پر شوکت الفاظ کا دھنی تھا واضح اور وزنی بات کہنے میں ید طولی رکھتا تھا۔ اس کی طبیعت براق اور اس کا باطن تابناک ہوتا اور ان کا شہری کمال بلاغت پر فائز تھا اور حسین الفاظ اور مرصع جامع کلمات بولنے میں ماہر تھا۔ نرم طبیعت، مختصربات، بلاتکلف کہنے والا مگر اس طرح کہ اس میں حسن و رونق کی بہتات اور اصل پر حاشیہ آرائی واجبی سی ہوتی تھی۔

مذکورہ بالا دونوں اقسام کے لوگ بلاغت میں حجت بالغہ تھے۔ دماغی و ذہنی توانائیوں کے حامل اور اس فن میں مشاق قدر انداز، حصول مقصد کے لئے راستہ بناتے اور اس میں کوئی شک نہ کرتے کہ ان کی قوت بیانیہ سے ان کی مراد بر آئے گی کیونکہ وہ بلاغت ان کی قیادت کے تابع ہے جس کے مختلف حصوں کی باگیں ان کے ہاتھوں میں تھیں اور اسے جدھر چاہتے موڑ دیتے وہ بلاغت کے چشموں کو جاری کر چکے تھے۔ اور اس کے دروازوں میں سے ہر دروازے میں داخل ہو گئے تھے اور اس کے اسباب تک پہنچنے والی سیڑھی پر وہ چڑھ چکے تھے چنانچہ ہر چھوٹی بڑی بات میں انہوں نے اپنی زبان آوری کا مظاہرہ کیا اور ہر نوع کے میدان میں انہوں نے گھوڑے دوڑائے، قلیل و کثیر ہر طرح کے کلام کے اچھوتے نمونے پیش کئے اور نظم و نثر میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے نظر آتے تھے۔

۲۔ قرآن کی تحدی

ایسے فصحاء و بلغا اور ایسے زبان آوروں کو اگر کسی نے ششدر کیا ہے تو وہ ذات رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تھی جس نے حکیم و حمید کی جانب سے نازل کردہ اس نادر کتاب کے ذریعہ انہیں چیلنج

دیا جس پر باطل کا سایہ نہ سامنے سے پڑ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔

وانہ لکتب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (سورۃ حم السجدہ ۴۲)

"اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔"

جس کی آیات محکم ہیں اور کلمات مفصل اور جس کی بلاغت نے عقلوں کو مبہوت بنا دیا، جس کی فصاحت ان کی ہر گفتار پر غالب آئی اور جس کے ایجاز و اعجاز نے سربلندی کے جھنڈے لہرائے، جس کے دامن میں حقیقت و مجاز کے بے مثال شاہکار ہیں، جس کی سورتوں کے فواتح اور خواتم کے محاسن کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔ جس کے کلمات جامع اور لفظی صنائع ہر بیان پر حاوی ہو گئے، جس کا حسن نظم ایجاز کے باوجود نہایت معتدل رہا اور جس کے منتخب الفاظ فوائد کی کثرت کو سمیٹے ہوئے ہیں حالانکہ جن کے سامنے کتاب پیش کی گئی وہ زبان و ادب کے باب میں فصیح ترین تھے۔ فی البدیہہ خطابت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مسجع کلام اور مرصع شاعری میں کوئی ان کا مدمقابل نہ تھا اور وسعت لغت اور نادر محاورات کے میدان میں کوئی ان کا حریف نہ تھا لیکن اس قرآن عزیز نے تحدی کی اور اس بات میں تحدی کی جس پر انہیں بڑا فخر تھا ہر مرحلہ پر اس نے انہیں چیلنج کیا اور بائیس تیئس سال تک برابر انہیں للکارتا رہا کہ کوئی اس کی نظیر پیش کرو اور پھر خود ہی پیشین گوئی بھی کر دی کہ دنیا ہمیشہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز و درماندہ رہے گی۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوب بمثل هذا القران لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً " تم فرماؤ اگر آدمی اور جن صرف اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو" (سورۂ بنی اسرائیل ۸۸)

مشرکین عرب نے کہا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو قرآن کی مثل بنالیں، اس کی تردید میں یہ آیت کریمہ اتری جب انسان چاند، سورج کی مثل نہیں بنا سکتا تو قرآن کی مثل کیسے بنا سکے گا۔ چنانچہ کفار عرب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن قرآن کریم کی ایک آیت کی مثل بھی نہ بنا سکے۔ خیال رہے کہ یہاں لفظ جن میں فرشتے بھی داخل ہیں کیونکہ وہ بھی ہماری نگاہ سے چھپے ہوئے ہیں۔ (روح البیان) یہاں مثل سے مراد ہیں عجیب و غریب معانی، ان کے دلائل گذشتہ واقعات، ڈرانا، خوشخبریاں دینا چونکہ انسانوں کی طبیعتیں مختلف ہیں اور قرآن کریم سارے انسانوں کے لئے ہے۔ لہٰذا اس میں سب چیزیں ہونی چاہئیں۔ امام جعفر ابن محمد صادق فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی عبارت عوام کے لئے ہے اور اس کے اشارے خواص کے لئے، اس کے لطائف اولیاء اللہ کے لئے اور اس کے حقائق انبیاء کرام کے لئے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ۔

ظاہر قرآن چو شخص آدمی است
کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی است

پھر سورۃ ھود میں پورے قرآن پاک کے بجائے صرف دس

سورتوں کا جواب مانگا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ام یقولون افترہ قل فاتوا بعشر سور مثله مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون الله ان کنتم صدقین ○ (سورۂ ھود ۱۳)

"کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے جی سے بنالیا، تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلالو اگر تم سچے ہو۔"

اس کے بعد کی آیتوں میں دس سورتوں سے گھٹا کر ایک ہی سورت کا جواب لانے کی تحدید کی گئی۔ ارشاد ہے :

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صدقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکفرین ○ (سورۂ البقرہ ۲۴)

" اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائیتوں کو بلالو اگر تم سچے ہو، پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں کافرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

پس معلوم ہوا کہ انسانی مصنوع اور رب کی مصنوع میں یہ فرق ہے کہ جس کی مثل بندہ بنا سکے وہ انسانی مصنوع ہے اور جس کی مثل

بندے سے نہ بنے وہ ربانی مصنوع ہے۔ گیس اور انجن انسانی مصنوع ہیں کہ اس کے ہزاروں کارخانے ہیں۔ جگنو اور چیونٹی ربانی مصنوع ہے کہ انسان سے نہیں بنتے۔

نیز اس کے ہم معنی ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وماکان ھذا القرآن یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ و تفصیل الکتب لاریب فیہ من رب العلمین ام یقولون افترہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صدقین ○ (سورۂ یونس ۳۸ - ۳۷)

" اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ کے اتارے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بنالیا ہے تم فرماؤ تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔"

اس آیت میں کفار کی بلیغ تردید ہے کہ تم سارے فصحاء و بلغاء قرآن مجید کی ایک سورہ نہ بنا سکے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تنہا سارا قرآن مجید کیسے بنا لیتے ہیں جس کی مثل پر انسان قادر نہ ہو وہ خدائی چیز ہے۔ اس دلیل سے ہی تم نے قرآن کا کلام اللہ ہونا جان لیا ہوتا۔ کفار مکہ قرآن مجید کے بارے میں مختلف باتیں کہتے تھے، کبھی کہتے

کہ حضور ﷺ نے خود بنا لیا ہے۔ کبھی کہتے کہ کوئی انہیں سکھا جاتا ہے۔ کبھی کہتے کہ یہ شعر ہے۔ کبھی کہتے کہ یہ جادو ہے۔ اس جگہ ان کے پہلے اتہام کی تردید ہے کہ اگر یہ حضور ﷺ کا بنایا ہوا ہے تو ایک چھوٹی سی سورہ جو سورۃ اخلاص یا سورۃ کوثر کے برابر ہو جیسا کہ سورۃ تنیکر سے معلوم ہوتا ہے بنا کر لے آؤ۔

ثابت ہوا کہ قرآن پاک بے مثل ہے اور ایسے ہی صاحب قرآن محبوب رحمٰن ﷺ بھی بے مثل ہیں۔ پھر سورۃ طور میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس جیسی ایک بھی بات پیش کرو۔

ام یقولون تقولہ بل لایؤمنون فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صدیقین ○ (سورۂ الطور ۳۴، ۳۳)

" یا کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ قرآن بنا لیا ہے بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔"

چنانچہ آج تک کوئی اس کے مثل ایک آیت بھی بنانے کے قابل نہ ہو سکا۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا و عرب کے بڑے بڑے
جیسے کہ منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

یہ تحدی اس لئے کی کہ اگر وہ اسے خود ساختہ کہتے ہیں تو وہ خود ایک آیت ہی بنا کر لے آئیں کیونکہ جھوٹ کا بنانا زیادہ آسان ہوتا ہے، باطل کو اپنانا اختیار کے قریب تر ہے یعنی اگر قرآن جھوٹا ہے تو تمہیں جھوٹے کا معارضہ کرنا زیادہ سہل ہے حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم ہمیشہ ان کے کان سخت کھٹکھٹاتے تھے، ان کو جھڑکتے، ان کی عقلوں کو خفیف بتاتے، ان کے جھنڈوں کو اتارتے، ان کے بڑوں کو ذلیل کرتے، ان کے جتھے کو پراگندہ کرتے، ان کے معبودوں اور خاص کر ان کے پجاریوں کو برا کہتے تھے، ان کی زمینوں، ان کے مالوں اور ان کے گھروں کو مباح بناتے تھے، وہ ان سب باتوں میں قرآن پاک کے معارضہ سے پیچھے ہٹتے تھے اور اس کی مماثلت سے اعراض کرتے تھے۔ علامہ بوصیری فرماتے ہیں ۔

ماحور بت قط الاعاد من حرب
اعدی الا عادی الیھا ملقی السلم

" ان آیات سے جب کسی بدترین دشمنوں میں سے کسی دشمن نے جنگ کی تو وہ صلح کرتا ہوا ہی دکھائی دیا۔"

ردت بلاغتھا دعوی معار ضھا
ردالغیور یدالجانی عن الحرم

" ان آیات کی بلاغت نے معارضہ کرنے والے کو ایسا رد کیا ہے جیسے غیرت مند مرد گناہ کرنے والے کا ہاتھ اپنی حرم سے رد کرتا ہے۔"

پس جب ان سے قرآن پاک کا معارضہ نہ ہو سکا اور ہر طرح سے اپنی عاجزی و درماندگی کا احساس ہو گیا تو پھر وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دل پردہ میں ہیں اور وہ پردے میں ہیں اس بات سے کہ تو ہم کو اس طرف بلاتا ہے پھر کچھ یہ کہتے کہ ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے ہم میں اور تجھ میں پردہ ہے اور وہ اپنے لوگوں کو کہا کرتے تھے :

ولا تسمعوا لھذا القران والغوا فیہ لعلکم تغلبون ○

" اور مت سنو اس قرآن کو اس میں شور مچاؤ تاکہ تم غالب آجاؤ "

اور ان کے بے وقوفوں میں سے جس نے معارضہ کرنا چاہا جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ تو اس کا عیب اس کے ماننے والوں پر ہی ظاہر ہو گیا اور اس کے پیروکار اسی کو لعنت ملامت کرنے لگے اور وہ اپنوں کے درمیان خود ذلیل و خوار ہو گیا لیکن قرآن پاک جیسی ایک آیت بھی نہ بنا سکا یہی اس کا اعجاز ہے۔

۳ - تاثیر کلام

اس کلام پاک نے ان کی تمام فصاحت و بلاغت جو وہ دیئے گئے تھے ان سے چھین لی تھی کیونکہ عقل مندوں پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآن مجید ان کی فصاحت کی طرز کا نہیں اور نہ ان کی بلاغت کی جنس کا ہے بلکہ وہ اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مطیع بن کر آئے کچھ تو ہدایت یافتہ ہو کر اور کچھ شیفتہ بن کر، اس لئے جب ولید بن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ آیت سنی :

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ○ (سورۃ النحل ۹)

" بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے

تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔"

خیال رہے کہ اس آیت میں تین چیزوں کا حکم اور تین چیزوں سے ممانعت ہے۔ عدل کا مقابل فحشاء احسان کا مقابل منکر اور ایتائی ذی القربی کا مقابل بغی' یہ آیت کریمہ تمام اچھی بری باتوں کی جامع ہے۔ اس آیت کو سن کر عثمان بن مظعون ایمان لے آئے اور ولید کہنے لگا خدا کی قسم اس کلام میں شیرینی ہے اور لازما" اس پر رونق ہے' اس کے نیچے بہت سا پانی ہے اور اس کے اوپر کا حصہ پھل دار ہے اس کو انسان نہیں کہہ سکتا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک اعرابی نے ایک شخص سے سنا کہ وہ یہ آیت پڑھ رہا ہے۔

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین ○

" تو آپ علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔" تو اس نے سجدہ کیا اور کہنے لگا کہ میں اس کی فصاحت پر سجدہ کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں سوئے ہوئے تھے اتفاقا" آپ نے دیکھا کہ ایک شخص آپ پر کھڑا ہو کر کلمہ شہادت پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اس سے حال دریافت فرمایا۔ اس نے آپ کو بتایا کہ میں روم کے رئیسوں میں سے ہوں اور عرب وغیرہ کے کلام کو اچھی طرح جانتا ہوں میں نے ایک شخص مسلمان قیدیوں میں سے سنا کہ تمہاری کتاب میں سے ایک آیت پڑھتا ہے میں نے اس میں

غور کیا تو کیا دیکھا کہ اس میں وہ باتیں جمع ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم پر دنیا و آخرت کے حالات میں اتاری ہیں وہ خدا کا یہ قول ہے :

و من یطع اللہ و رسولہ و یخش اللہ ویتقہ فاولئک هم الفائزون ○ (سورۃ النور ۵۲)

" اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

اصمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک لونڈی کا کلام سنا اور اس سے کہا کہ تجھ کو خدا کی مار تو کیا ہی فصیح ہے اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے سامنے یہ فصاحت میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رآدوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین ○ (سورۃ القصص ۷)

" اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر' نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے"

پس ایک ہی آیت میں دو امر اور دو نہی اور دو خبریں اور دو بشارتیں جمع فرما دیں۔ عرب میں ایک محاورہ بولا جاتا تھا وہ یہ تھا القتل انفی للقتل (قتل قتل کو مٹاتا ہے) اور عرب کے لوگ اس کی فصاحت و بلاغت پر ناز کیا کرتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا :

ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب لعلکم

تتقون ○ (سورۃ البقرۃ ۱۷۹)

" اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے۔ اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔"

مگر اس جملے نے سارے فصحائے عرب کو حیران کر دیا۔ دیکھیں کتنا کامل جملہ ہے فی القصاص حیوٰۃ کہ وہ عبارت بڑی تھی اس میں چودہ حرف تھے یہ عبارت اس سے چھوٹی' اس میں قتل کا لفظ مکرر تھا آیت میں کوئی لفظ مکرر نہیں بیان ہوا۔ اس کا مضمون بھی غلط تھا لیکن آیت کا مضمون بالکل صحیح کیونکہ ہر قتل قتل کو نہیں مٹاتا بلکہ ظالمانہ قتل تو اسے اور بڑھاتا ہے مگر ہر قصاص قتل کو مٹاتا ہے۔ اس میں صرف قتل کا ذکر تھا مگر قصاص میں قتل۔ زخم اور حقوق مال سب ہی شامل ہیں۔ اس میں تھا کہ قتل قتل کو مٹاتا ہے۔ لیکن اس میں فرمایا گیا کہ قصاص زندگی بخشتا ہے یعنی موت اپنی ضد زندگی کا سبب ہے۔ اس عبارت میں ہیبت و سفاکی کا ذکر ہے لیکن اس آیت میں نیک فالی و خوشخبری ہے کہ اس میں زندگی کا ذکر ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

شیر دنیا جوید اشکارے و برگ
شیر مولیٰ جوید آزادی و مرگ

چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود
ہمچو پروانہ بسوز اندر وجود

کہ دنیا کا شیر تو شکار اور خوراک ڈھونڈتا ہے اللہ کا شیر اپنے شکاری کو تلاش کرتا ہے کیونکہ اس فنا میں بقا اور اس بقا میں فنا ہے۔

پروانے کا یہی کمال ہے کہ خود کو شمع میں فنا کر دے ہر بیمار شربت شفا کا جویاں ہے مگر بیمار عشق شربت لقا کا طالب ہے کیونکہ یہ کشتہ ہو کر ایسا زندہ ہو جاتا ہے کہ سینکڑوں کو زندہ کر دیتا ہے جیسے سونا کشتہ ہو کر شفا بن جاتا ہے۔ تو اللہ کا بندہ کشتہ ہو کر زندہ رہے تو کیا بعید ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

نیز ارشاد ہوا : ولو تری اذ فزعوا فلا فوت و اخذوا من مکان قریب ○ (سورۃ السباء ۵۱)

" اور کسی طرح تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے اور ایک قریب جگہ سے پکڑ لئے جائیں گے۔"

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں :

ادفع بالتی ھی احسن فاذالذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم ○(سورۃ حم السجدہ ۳۴)

" سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست ہے۔"

یعنی اپنے ذاتی معاملات میں برائی کو بھلائی سے' غصہ کو صبر سے' جہالت کو علم سے' بدسلوکی کو معافی سے' کج خلقی کا خوش خلقی سے جواب دو۔ یہ آیت ابوسفیان کے متعلق اتری ہے کہ وہ حضور ﷺ سے عداوت رکھتے تھے اور ایذا پہنچاتے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ان کے ساتھ اچھے سلوک کئے حتیٰ کہ ان کی صاحبزادی ام حبیبہ کو اپنی

زوجیت کا شرف بخشا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے جان نثار صحابی بن گئے اور اس آیت کریمہ کو۔

وقیل یارض ابلعی ماءک ویسماء اقلعی و غیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعداللقوم الظلمین ○ (سورۂ ھود ۴۴)

" اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یوم نقول لجھنم ھل امتلات و تقول ھل من مزید (سورئہ ق ۳۰) " جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے۔"

اور ان جیسی اور آیات بلکہ اکثر قرآن کو اگر سوچا جائے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ اس کا اختصار الفاظ' کثرت معانی' عبارت آرائی' حروف کی بناوٹ و سجاوٹ' کلمات کی مناسبت تو یقیناً اس کے ہر ایک لفظ کے نیچے بہت سے جملے' بہت سے علوم اور ہیں ان کے استفادوں سے دیوان بھر گئے ہیں' ان کے استنباطات میں بہت کلام ہوا ہے پھر لمبے قصوں کے بیان میں فصحاء کے ہاں بھی کلام ضعیف ہو جایا کرتا ہے اور بیان کی رونق جاتی رہتی ہے سوچنے والے کے لئے معجزہ ہے کہ کلام باہم مربوط' مناسب الفاظ کا باہمی ربط اور فصاحت و بلاغت کی انتہا تک پہنچا ہوتا ہے اور ہر قصہ چاہے لمبا ہو یا چھوٹا مکرر آنے پر ان کی عبارتیں مختلف ہیں

اور ان کی تکرار قاری کے لئے حلاوت و لذت کا ایک ناقابل بیان ذخیرہ مہیا کرتا ہے۔ علامہ بوصیری فرماتے ہیں ؎

فالدر یزداد حسنا وھو منتظم
ولیس ینقص قدرا غیرا منتظم

"کہ موتیوں کی خوبی پرونے سے زیادہ ہو جاتی ہے اور اگر بن پروے کے بھی رہیں تو ان کی عظمت کم نہیں ہوتی۔"

(ماخوذ از شفا قاضی عیاض و شرح شفا از ملا علی قاری رحمہم اللہ)

۴۔ نظم عجیب و طرز غریب

اس کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ اس کی نظم عجیب اور طرز غریب بھی ہے جو کہ کلام عرب اور طرز معروف اور ان کی نظم و نثر کے مخالف ہے۔ اس کے آیات کے آخر کا وقف' اس کے کلمات کے فاصلے' جس پر منتہی ہوئے اس کی نظیر نہ پہلے کسی کتاب میں نہ بعد کسی کتاب میں پائی گئی' کسی کو اس کے کسی بھی حصہ کے برابر ہم مثل لانے کی طاقت ہی نہیں بلکہ اس میں ان کی عقلیں حیران' حواس مختل ہیں کہ کچھ سمجھائی نہیں دیتا۔ قرآنی طرز کلام ایسا ہے جو تمام کلام عرب میں مادہ اعجاز عربی "یعنی عربی زبان کا اعجاز اس میں منحصر ہے" جس کا کوئی عنصر بھی ایسا نہیں جو معجزہ نہ ہو اور قرآن کے علاوہ عام عربوں کے کلام کا طرز ناممکن ہے کہ معجزہ ثابت ہو سکے۔ اس طرز کلام نے عربوں کو اس کے مقابلہ و معارضہ کی ہر کوشش میں ناکام رکھا اور اس کا نظم عجیب اور طرز غریب میں کسی طرح کا نقص نکالنے سے باز رکھا اس طرح ان پر خود انہیں کے

اندر سے حجت و دلیل قائم کی اور انہیں بے دست و پا بنا کر رکھ دیا۔ پھر اسی طرز نے اہل عرب کے سامنے ایک ایسی یاس و ناامیدی لاکھڑی کی جس سے کوئی امید و طمع دوچار ہی نہ ہو سکی اور ان پر عاجزی و بے کسی کو اس طرح مسلط کر دیا کہ وہ ایسے طرز کا تصور بھی نہ کر سکے اس طرح ان کے مزاج و طبیعت کے ضعف و ناتوانی کے پہلو کو نمایاں کر کے اس طرح ان کے سامنے رکھ دیا جیسا کہ یہ ان کا کبھی مزاج اور طبعی ذوق ہی نہ تھا اور وہ اگرچہ بہت تیز دھار وار تھا مگر اب کند ہو گیا اور پہلے بہت کارگر تھا مگر اب اس میں وہ خوبیاں ہی نہیں رہیں اور اس کی شکست تسلیم کر لی۔

ظاہر ہے کہ وہ اہل عرب کلام و خطابت میں باہم مقابلے بھی کیا کرتے، شعر گوئی کے میدان میں ان کے درمیان مسابقت بھی ہوتی تھی اور شعر کے اغراض و معانی پر وہ رد و قدح بھی کرتے تھے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب فصحائے عرب کے نزدیک کلام کے ایک فن اور دوسرے فن کے درمیان معانی کے فرق اور اختلاف، اغراض اور کلام میں وسعت تصرف کے علاوہ اور کوئی خاص فرق نہ تھا کیونکہ ان کا طرز کلام ایک قبیل اور ایک اسلوب کا تھا جیسے ایک "جنس معروف" کہہ لیجئے۔ یعنی آزاد لہجہ گفتگو اور [illegible] خطاب، ترتیب و نسق میں سادگی۔ مضمون و فکر میں پورا زور اور [illegible]، عبارت کی فصاحت اور ترکیب الفاظ میں حسن و خوبی جن میں ایک لفظ بھی مبہم رکھ دینا یا کسی کلمہ کو دبا دینا وہ پسند نہیں کرتے تھے، نہ کسی خاص ترکیب کا اہتمام اور کسی مخصوص ساخت کا تکلف کیا کرتے اور نہ فن کارانہ صنائع و بدائع کی الجھن میں وہ مبتلا ہوتے یعنی

آورد نہ تھی صرف آمد تھی، خود فطرت و طبیعت ان کے ادبی نظم و نثر کے شہ پاروں میں ان کی معاون ہوا کرتی تھی اس لئے الفاظ ان کی زبان پر بے تکلف جاری ہو جاتے ادھر خیالات ان کے دماغ میں گونجتے، ادھر ان کے افکار کے دھارے کے ساتھ الفاظ بہنے لگے ان کے تخیل کی ہر حرکت کے ساتھ بامعنی الفاظ اس طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے جیسے کہ یہ اس رفتار تخیل کی اساس ہیں اور ایسا معلوم ہوتا کہ یہ لفظ اسی دن کے لئے وضع ہوا ہے اور اس معنی کی لئے ڈھلا ہے کوئی دوسرا لفظ اس تخیل کے لئے وضع ہی نہیں ہوا یہاں تک کہ اس کی جگہ پر خود متکلم کی زبان سے دوسرا لفظ بالکل غیر موزوں اور نامناسب دکھائی دیتا اور متکلم کے نقطہ نظر اور اس کی قوم کے شیوہ بیان اور اس کی زبان و لغت کے لحاظ سے اس مقام کے لئے اس سے مناسب تر دوسرا لفظ ناممکن ہوتا تھا ......
لیکن جب اہل عرب کے سامنے طرز قرآن و نظم قرآن آیا تو انہوں نے بعینہ انہی الفاظ کو اسلوب میں مستعمل و رواں پایا جن کو وہ دن رات بولا کرتے تھے بالکل اسی انداز گفتگو اور اسی طرز خطاب کے ساتھ جس کے وہ عادی، جس سے وہ مانوس و مالوف تھے، جس میں کوئی تکلف، پیچیدگی اور ابہام نہیں تھا۔ اس کے باوجود نظم قرآن کے طرق، اس کے وجوہ ترکیب، اس کے کلمات میں حروف کی ترتیب، اس کے جملوں میں ان کلمات کی ترتیب اور پھر مجموعہ قرآن میں ان سارے جملوں کی بندش اور نشست ایسی تھی جس نے ان کو مبہوت اور ششدر بنا دیا ان کے دلوں پر ایک ہیبت بیٹھ گئی اور ایک پر جلال خوف چھا گیا ایسا خوف جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

یہاں تک کہ عرب اپنی اس فطری زبان آوری کو جسے وہ بہت
قوی سمجھتے تھے ضعیف سمجھنے پر مجبور ہو گئے اور کلام خطابت کے اپنے
مستحکم ملکہ کو قرآنی بلاغت کے سامنے بہت پست باور کرنے لگے۔ اور ان
کے بلغاء کو اعتراف کرنا پڑا کہ نظم قرآن بیان و کلام کی وہ جنس گران مایہ
ہے جس تک ان کی پرواز نہ ہو سکی ہے اور نہ کبھی ہو سکتی ہے۔

نیز اہل عرب نے شدت کے ساتھ یہ بھی محسوس کیا کہ نظم
اسلوب خود ان کی فطرت لسانی کی روح اور جان ہے اور کسی عرب کے
دل کو اس انداز نظم و بیان سے پھیرنے اور باز رکھنے کی کوئی سبیل نہیں
ہے اور نہ کسی عرب کے دل و دماغ کو اس بیان سے متاثر ہونے سے بچایا
جاسکتا ہے اس لئے کہ یہ نظم قرآن عرب کے لغوی کمال کا وہ رخ ہے
جسے سارے عرب کی روح جانتی اور پہنچانتی ہے اور جو ان کے دلوں کی
دھڑکن ہے بلکہ ایک زمرد سر ہے جو ان اہل عرب میں اپنے کو فاش کرتا
جارہا ہے خواہ وہ اسے کتنا ہی چھپانے کی کوشش کریں یہ ان کی زبانوں پر
آرہا ہے' ان کے چہروں سے ٹپک رہا ہے اور حسن و شعور کی انتہائی حدود
تک جا پہنچا ہے۔

لہذا کسی بہانہ سازی' کسی طمع سازی اور کسی فریب کاری کا کہیں
سے کوئی گزر نہیں کہ اس سے نظم قرآن کی تاثیر کو ختم کیا جائے اور اس
کو اس کے مقام سے ہٹایا جائے اور اگر کسی نے اپنے کلام کے ذریعہ یہ
چاہا یا کسی تدبیر و حیلہ سے کام لے کر اس کا ارادہ کیا تو وہ نفوس کو ان کی
طبعی خواہشات سے پھیرنے اور دلوں کو ان کی محبت و الفت سے باز رکھنے
کی کوشش کرے گا۔ گویا نفس کے قوی ترین جذبے کو اس کے ضعیف

ترین جذبے سے دبانے کی سعی لاحاصل کرے گا یہ قلبی لگاؤ اور فطری
کشش جیسا کہ وہ خود جانتے تھے ایک ایسی چیز ہے جو کسی شخص کے کہنے'
سننے اور عصبیت اور اغراض و خواہشات کے تابع نہیں رہتی' اس کی تو
صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ وہ شخص جبلت اور قانون فطرت کو
توڑے' تب اس کی مراد پوری ہو' مگر جبلت اور قانون فطرت کے توڑنے
کے لئے ضروری ہے کہ وہ از سرنو تخلیق کرے اور خالق و الٰہ بن جائے
اور اس کے جیسا کہ آپ جانتے ہیں نہ نام لیا جاسکتا ہے اور نہ تصور ہی
کیا جاسکتا ہے۔

یہ وہ باتیں تھیں جن کو بلغائے عرب نے اچھی طرح محسوس کر لیا
تھا اس لئے وہ قرآن کے معارضہ سے مایوس ہو گئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا
جبکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ قران حکیم ان کی ساری قوت بیانیہ ہی کو سلب
کئے لیتا ہے۔ طبیعت کی موزونیت اور جولان کو ختم کئے دے رہا ہے اور
دل سے براہ راست ٹکرا کر انہیں بے آس اور بے سہارا بنائے دے رہا
ہے جس کے مقابلے میں کوئی حیلہ اور کوئی فریب کام نہیں دے سکتا۔

رہی امکان کی حد تک معارضہ کی صورت جس کی خواہش ذہن و
خیال میں ابھر سکتی ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ معارضہ کرنے
والے کے کلام کا ایک خاص انداز و نظم ہو جس پر کوئی حرف گیری کبھی
نہ کی گئی ہو اور اس کے کلام میں علم معانی کا کوئی ایسا نکتہ ہو جو اس سے
پہلے بیان و تحریر میں نہ آیا ہو یا صنائع بدائع کا کوئی ایسا باب ہو جو اس کے
پیشتر وا نہ ہوا ہو۔ نیز اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ (فن معانی
کے دوش بدوش علم) بیان کے تمام اسالیب و طرق اس معارض کے

سامنے کھلے ہوئے ہوں کہ وہ جس میں سے چاہے لے لے اور جس کو
چاہے نظرانداز کر دے تاکہ وہ (معارض) ایک خوب کا خوب تر سے نہ
سہی لیکن دوسرے خوب سے معارضہ کر سکے اور ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ
کے مقابلہ میں رکھ سکے یا ایک جملہ کے مقابلہ کے لئے دوسرا جملہ لا
سکے۔

لیکن اگر کوئی معارض اس طرح معارضہ و مقابلہ پر قادر بھی ہو تو
پھر بھی اس کے لئے ایک مزید مہم سر کرنے کو رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ
اس کے معارض کے کلام کی تاثیر' کمیت و کیفیت کے لحاظ سے کیا اور کتنی
ہے؟ اور قوم کے دل و دماغ پر اس کلام کی گرفت کس حد تک ہو سکتی
ہے جس سے وہ دوسرے کلام کا معارضہ کر رہا ہے اور قوم اس کے کلام
سے کہاں سے متاثر ہو سکتی ہے؟

یہ اس لئے کہ تاثیر کلام کے ذرائع و وسائل سے کام لینا ارباب
بلاغت کے یہاں ایک بڑا مقام و بڑی اہمیت رکھتا ہے اور بلاغت کا یہ ایک
وسیع و اہم ترین باب ہے اور جب فن بلاغت اور اس کے اسباب میں
بصیرت سے کام لیکر ایک دوسرے کے مقابل خم ٹھونک کر آتے ہیں تو وہ
اثر انگیزی کے تمام طرق سے کام لینے پر مجبور ہوتے ہیں اس لئے ہر
صاحب فن بلاغت اپنے کلام سے کسی جذبے کے تار کو چھیڑتا ہے اور
اپنے کلام کو نفس انسانی کے تاروں سے ہم آہنگ بنانے کی انتہائی کوشش
کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صاحب بلاغت' دوسرے کے کلام میں بلاغت
کا تناسب و توازن کا کوئی خلل یا کسی قسم کا نقص' خواہ وہ معمولی سا ہی
کیوں نہ ہو ضرور محسوس کرتا ہے۔ یا سلسلہ کلام کی کسی کڑی میں نفس کی

غفلت و بے شعوری کو پاتا ہے' یا کسی طرح کے اکراہ و تنفر کا اثر معلوم
کرتا ہے' جس کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں جو اہل بلاغت کو اپنے پیشہ و
فن میں پیش آسکتے اور آتے بھی رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے کلام
کے کسی حصہ میں خلاء یا کوئی نقص و خلل واقع ہو سکتا ہے اور کلام کے
معنی کمزور پڑھ سکتے ہیں اور اس کی معنویت اپنی عظمت و بلندی کسی مقام
پر کھو سکتی ہے جس کی وجہ سے ایک ہی اسلوب میں ضعف و قوت کے
اعتبار سے بڑا تفاوت پیدا ہو سکتا ہے۔

اب اگر وہ کلام جس کے ذریعہ معارضہ و مقابلہ کا ارادہ کیا جارہا
ہے اس قرآن مجید کی طرح ہو جس کا دقیق و جلی سب محکم و مضبوط ہو
جس کا کثیر و قلیل ایسا ہو جس کی نظیر پیش کرنی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن
ہو' جس نے فن کے ہر رخنے اور ہر مسلک و طریق پر قابو پا رکھا ہو اور
جس معنی کو اس نے پیش کیا ہو اس کا حق ادا کر کے رکھ دیا ہو اور اپنے
حریف پر اس رخ سے توجہ کرنے کا حق و اختیار ہی سلب کر لیا ہو جس
پہلو سے وہ مقابلہ و معارضہ کرنا چاہتا ہے۔ علاوہ بریں وہ اپنی جامعیت میں
حریف پر حملہ آور ہونے کا راستہ بند کر کے ایک باب واحد کی حیثیت
اختیار کر گیا ہو جس میں کسی تلاش و جستجو کا کوئی محل و مقام نہ رہا ہو۔ نہ
گفتگو اور اعتراض کی کوئی گنجائش ہو اور ان خوبیوں پر اس کے دقائق و
نکات مزید اضافے کر رہے ہوں پھر وہ مجموعی حیثیت سے بھی اور اس کا ہر
کلمہ اور ہر جملہ بھی فنون معانی و بیان پر پوری طرح حاوی ہو اور ایسا فنی
کمال اور ایسی جامعیت اپنے اندر رکھتا ہو جو ارباب معنی و بیان کے یہاں
شعور و وجدان سے تعلق تو ضرور رکھتا ہے مگر خارج میں جس کے اظہار و

بیان پر کوئی اپنے اندر قوت نہ پاتا ہو تو یہ ایسی خوبیاں اور خصوصیات ہیں کہ ضعف و نقص اور متذکرہ بالا فرق مراتب کے خمیر سے تیار شدہ نفس انسان کسی حال میں بھی کسی مقابلہ پر کمربستہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سنجیدگی کے ساتھ اسے سوچ بھی نہیں سکتا یہ اور بات ہے کہ مقابلہ و معارضہ کر سکنے کے لئے محض ایک وہم میں مبتلا رہے یا اس کی مثل لانے پر قدرت رکھنے کی ڈینگیں مارے اس لئے یہ کلام مجید فرقان حمید اپنی فطرت اور اساس نوعیت ہی میں معجزہ ہے جس میں نفس کی نوعیت کے سامنے صرف ایک مثالی علم آتا ہے جس کے ذریعہ اسے ان عملی احکام کی نوعیت معلوم ہو جاتی ہے جس کا اس نے ادراک کیا۔ رافعی نے واضح کر دیا کہ وجہ اعجاز کے باب میں وہ دونوں وجوہ کو جمع کرتے ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں۔

ایک مرتبہ ولید بن مغیرہ نے موسم حج کے قریب قریش مکہ کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ عرب کے قافلے حج پر آ رہے ہیں تمہیں کسی ایک رائے پر متفق ہو جانا چاہیے اور وہی تم سب کو آنے والوں سے کہنا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کی تکذیب نہ ہو' تو وہ کہنے لگے کہ ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہے' تو ولید نے کہا خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہے اس کا کلام نہ زمزمتہ الکہان ہے اور نہ سجع الکاہن ہے' اس پر لوگوں نے کہا پھر ہم مجنوں کہیں گے' تو ولید نے کہا وہ مجنوں بھی نہیں ہے اور نہ آسیب زدہ ہے اور نہ وسوسوں کا شکار' تو پھر انہوں نے کہا کہ ہم شاعر کہیں گے تو ولید نے جواب دیا کہ وہ شاعر بھی نہیں ہیں کیونکہ ہم شعر کی جملہ اقسام جانتے ہیں اور اس کے رجز اس کی ہزج کو' اس کی اصناف کو قصائد و مثنوی سب کو جانتے ہیں' اس پر ابوجہل نے ولید پر نکیر کی تو اس نے

جواب دیا کہ خدا کی قسم تم میں سے زیادہ کوئی مجھ سے اشعار کا جاننے والا نہیں واللہ وہ جو کہتے ہیں اس میں شعر کی کسی قسم کی مشابہت نہیں پائی جاتی ہم شعر کا ہزج اس کا حسن و قبح اس کا سوط' مقبوض سب جانتے ہیں وہ شاعر نہیں ہیں' کہنے لگے کہ پھر ہم کہیں گے کہ جادوگر ہے' کہا کہ وہ جادوگر بھی نہیں ہے' نہ جادوگروں جیسا اس میں پھونکنا ہے اور نہ گرہ لگانا۔ کہنے لگے کہ پھر ہم کیا کہیں ؟ کہنے لگا کہ تم ان میں سے کچھ نہیں کہہ سکتے ہو مگر میں جانتا ہوں کہ یہ سب بیہودہ باتیں ہیں اور بلاشبہ اس کے متعلق زیادہ قریب الفہم یہ بات ہے کہ وہ جادوگر ہے کیونکہ وہ ایسا جادو ہے کہ مرد اور اس کے بیٹے بیٹی میں' مرد اور بھائی میں مرد اور بیوی میں' مرد اور اس کے قبیلہ میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ متفرق ہو گئے مختلف راستوں پر بیٹھے ایسے ہی لوگوں کو ڈراتے تھے اللہ تعالیٰ نے ولید کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی :

ذرنی ومن خلقت وحیدا ○ (سورۂ مدثر ۱۱)

"اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔"

عتبہ بن ربیعہ نے جب قرآن سنا تو کہا " اے میری قوم تم جانتے ہو کہ میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی مگر اس کو جانا اور پڑھا ہے' واللہ میں نے ایسا کلام سنا ہے جیسا میں نے کبھی نہیں سنا' نہ وہ شعر ہے' نہ وہ جادو ہے اور نہ کہانت ہے۔ نضر بن حارث نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام میں ایک حدیث ہے انہوں نے اپنے بھائی انیس کی تعریف کی ہے اور کہا ہے واللہ میں نے اپنے بھائی انیس سے بڑھ کر کوئی شاعر نہیں دیکھا اس نے زمانہ جاہلیت میں

بارہ شاعروں کا مقابلہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک میں ہوں وہ مکہ کی طرف
گیا اور ابوذر کے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خبر لایا۔ میں
نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں ؟ اس نے کہا کہ شاعر، کاہن اور جادوگر
کہتے ہیں لیکن میں نے کاہنوں کی باتیں سنی ہیں وہ ان جیسی نہیں اور میں
نے اس کو اقسام شعر کے سامنے رکھا ہے تو اس کے مناسب بھی نہیں اور
میرے بعد کسی کی زبان پر کبھی یہ نہ آئے گا کہ وہ شعر ہیں بلاشبہ وہ سچا
ہے اور یہ سب جھوٹے ہیں۔ اس بارے میں صحیح خبریں بہت ہیں لہٰذا اس
کا معجزہ ہونا دونوں اقسام کے طور پر ہے ایجاز و بلاغت بذاتہا اور طرز
عجیب بذاتہ ان دونوں میں سے ہر ایک حقیقتاً ایک قسم کا معجزہ ہے عرب
کے لوگ ان میں سے کسی ایک کے بھی لانے پر قادر نہ ہوئے کیونکہ ہر
ایک قسم ان کی قدرت سے خارج اور ان کی فصاحت و کلام سے جدا اور
غریب ہے۔

۵ ـ اخبار غیب

قرآن مجید کا یہ بھی اعجاز ہے کہ وہ غیب کی ایسی خبروں پر مشتمل
ہے جو ابھی نہ واقع ہوئیں تھی۔ پھر جس طرح خبر دی تھی ویسے ہی رونما
ہوئے جیسا کہ خداوند تعالیٰ کا یہ قول ہے :

لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین
رؤسکم و مقصرین لاتخافون ○ (سورہ فتح ۲۷)

" بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے
امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف ہو

کرے"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول :

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم
سیغلبون فی بضع سنین ○ (سورہ روم ۴ - ۲)

" رومی مغلوب ہوئے قریب کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد
عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں۔"

رومی لوگ عیسائی اہل کتاب تھے ۔ فارسی لوگ آتش پرست مجوسی
تھے اس لئے مسلمان رومیوں کی فتح اور مشرکین فارسیوں کی فتح چاہتے
تھے۔ ایک بار رومیوں اور فارسیوں میں جنگ ہوئی اتفاقاً" فارسی رومیوں
پر غالب آگئے جس سے مسلمانوں کو رنج ہوا کفار کو خوشی ہوئی کفار بولے
کہ ہمارے بھائی فارسی تمہارے بھائی رومیوں پر غالب آگئے اگر ہماری
تمہاری جنگ ہوئی تو تم پر ہم غالب آئیں گے تب یہ آیت اتری جس میں
خبر دی گئی کہ چند سال بعد پھر ان میں جنگ ہو گی اس میں رومی فارسیوں
پر غالب آئیں گے۔ کافرو ! تم اس عارضی فتح سے خوش نہ ہو۔ یہاں
روم رومی کی جمع ہے رومی لوگ روم ابن عیس ابن اسحاق ابن ابراہیم
علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ دوسری قسم کے رومی اور ہیں جو روم ابن یونان
ابن یافث ابن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں اور فارسی لوگ فارس ابن
سام ابن سام ابن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں یہاں روم اول کی
جنگ فارس سے ہوئی تھی جن کا علاقہ عرب کے قریب ہے کیونکہ یہ رومی
دجلہ و فرات کے درمیان جزیرہ میں تھے اس وقت فارس کا بادشاہ پرویز
ابن ہرمز ابن نوشیروان ابن قیار تھا۔ خیال رہے کہ جو شاہ فارس عہد

فاروقی میں مارا گیا اس کا نام یزدجرد ابن شہریار ابن پرویز تھا اور اس جنگ کے وقت روم کا بادشاہ ہرقل تھا (روح) بضع تین سے لیکر نو تک کو کہا جاتا ہے یہاں نو برس مراد ہیں چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ سے کہا کہ ہمارے نبی نے ہمیں خبر دی ہے کہ عنقریب رومی فارسیوں پر غالب آجائیں گے، ابی ابن خلف کافر نے انکار کیا آخر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی ابن خلف میں سو سو اونٹ کی شرط مقرر ہوئی کہ اگر نو برس میں رومی فارسیوں پر غالب آجائیں تو سو اونٹ ابوبکر صدیق کو ابی دے گا اور اگر غالب نہ آئیں تو ابی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دن رومیوں کو فارس پر فتح دی جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ فرمائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو اونٹ ابی ابن خلف کے وارثوں سے وصول کئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ اگر کافر حربی کا مال مسلمان کو مل جائے تو وہ مسلمان کو حلال ہے جیسے ربوا وغیرہ یہی قول امام حضرت ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد کا ہے (خزائن العرفان)۔

اور اس کا یہ فرمان :

هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفی بالله شهیدا (سورۂ فتح ۲۸)

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچ کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔"

چنانچہ رب نے یہ وعدہ پورا فرمایا کہ حضور ﷺ نے تمام گذشتہ

دینوں کو منسوخ فرما دیا۔ صحابہ کرام کو بہت شاندار وسیع فتوحات بخشیں، صدہا سال تک دنیا بھی میں مسلمانوں کی حکومت رہی اب بھی اگرچہ ہم کمزور ہیں مگر دین ہمارا ہی غالب ہے، مسجدیں ہماری ہی آباد، حج قربانیاں اسلام کی ہی شائع ولایت تاقیامت اسلام میں ہی موجود ہے کسی اور مذہب میں نہیں۔

اور رب تعالیٰ کا یہ قول : وعدالله الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لایشرکون بی شیاء و من کفر بعد ذلک فاولئک هم الفسقون (سورۂ النور ۵۵)

"اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا، میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔"

چنانچہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمائیں۔

اور اس کا یہ فرمان : اذا جاء نصرالله والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا (سورۂ النصر ۲ - ۱)

" جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں۔"

اس میں اگرچہ فتح مکہ آئندہ ہونے والی تھی لیکن چونکہ یقینی تھی اس لئے جاء ماضی کا صیغہ ارشاد ہوا اس سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے دن لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوئے جس طرح رب نے ان کے داخل دین ہونے کی گواہی دی لہذا صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اصحاب بدر تین سو تیرہ اور خلفاء راشدین چار ہیں۔

اور رب تعالیٰ کا یہ فرمان : انانحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون " بے شک ہم نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

اور اس کا یہ قول ہے : سیھزم الجمع یولون الدبر
" عن قریب جماعت کفار بھاگ جائے گی اور پیٹھ پھیر لے گی۔"

اور خدا کا یہ قول : قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیھم ○ (سورۂ توبہ ۱۴)۔

" تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا۔"

اور یہ فرمان : یریدون ان یطفؤا نوراللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولوکرہ الکفرون (سورۂ توبہ ۳۲)

" چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کو پورا کرنا کافر اگرچہ برا مانیں۔"

اور اس کا یہ قول : لن یضروکم الا اذی و ان یقاتلوکم یولوکم الادبار ثم لاینصرون ○ (سورۂ العمران ۱۱۱)۔

" وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہو گی۔"

پس یہ سب کچھ بالکل اسی طرح وقتاً ہوا جس طرح قرآن پاک نے خبر دی اس کے سرمو برابر بھی اختلاف واقعہ نہیں ہوا۔ چنانچہ علامہ بوصیری فرماتے ہیں۔

فما تطاول امال المدیح الی
مافیہ من کرم الاخلاق والشیم

ترجمہ : پس تعریف کرنے والے کی آرزوئیں کیوں نہ بڑھیں اس چیز کی طرف جو آپ کے اعلیٰ اخلاق اور خصلتوں میں ہے۔

ایات حق من الرحمٰن محدثۃ
قدیمۃ صفۃ الموصوف بالقدم

ترجمہ : رحمٰن کی طرف سے آیات حق ہیں لفظوں میں محدث ہیں اور معنی میں قدیم ہیں کیونکہ جو قدیم سے موصوف ہے یہ آیات اس کی صفت قدیمہ ہیں۔"

۶ - غیبی واقعات

قرآن مجید میں انبیاء سابقین اور گزشتہ قوموں کے متعلق جو واقعات بیان کئے گئے وہ قرآن مجید کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ اعجاز کا پہلو

یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان اطلاعات کا سرچشمہ اور ان روایات کا ماخذ علم الٰہی کا فیض اور غیب کی اطلاع وحی ہے کیونکہ آپ امی تھے یہ واقعات و قصص زیادہ تر مکی سورتوں میں بیان ہوئے ہیں اور وہاں باتفاق مورخین کوئی یہودی اور عیسائی نہ تھا۔ ورقہ بن نوفل جو انجیل کا علم رکھتے تھے صحیح روایات کے مطابق نبوت کے پہلے ہی سال تصدیق وحی کے بعد انتقال کر گئے تھے۔

ہجرت سے پہلے دو عیسائیوں کا آپ سے ملنا بیان کیا جاتا ہے۔ ایک بحیرہ راہب' دوسرا عداس' اول الذکر سے شام کے شہر بصریٰ میں اور موخرالذکر سے حجاز کے شہر طائف میں ملنا مذکور ہے لیکن پہلی ملاقات چند گھنٹوں اور دوسری ملاقات چند منٹوں سے زیادہ نہیں تھی۔ پہلی ملاقات کے وقت آپ کی عمر مبارک تیرہ ۱۳ سال کی تھی اتنی چھوٹی عمر میں اور اتنی مختصر ملاقات میں زبان کی بیگانگی کے ساتھ کوئی ذی ہوش انسان یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ آپ نے وہ تمام علوم حاصل کئے جو نبوت کے تئیس سال میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس صحت و اتقان کے ساتھ جس سے خود یہودی اور مسیحی صحیفے اور لوگ بھی قاصر تھے بیان فرمائے اور عداس کوئی عالم نہ تھا وہ خود آپ کا معتقد ہوا اس لئے اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ آپ کے علوم غیبیہ جن کا ایک ایک حرف اور نقطہ تمام تحقیقات اور انکشافات کے بعد بھی صحیح ثابت ہوا ان لوگوں کے علوم سے ماخوذ ہیں جن کی شخصیت مشتبہ اور جن کا اضافہ ان کی اصل سے زیادہ ہے۔ جس چراغ میں خود نور نہ ہو اس سے دوسری مشعل کس طرح جل سکتی ہے؟ ان غریب عیسائیوں کے پاس جن سے آپ کے تلمذ اور استفادہ

کی نسبت کا شبہ پیدا کیا جارہا ہے وہ خود کوئی ایسی تعلیم کے حامل نہیں تھے جس کو علم صحیح و یقینی کہا جاسکے۔

پس یہ ثابت ہوگیا کہ ان واقعات کا کم از کم آپ کے لئے کوئی اطلاع کا ذریعہ نہیں تھا اور یہ تمام تر واقعات وحی الٰہی کا کرشمہ اور بہت بڑا اعجاز ہے جس کی طرف قرآن مجید نے بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعات اور جزئیات بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے :

ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیهم اذیلقون اقلامهم ایهم یکفل مریم وما کنت لدیهم اذیختصمون ○ (سورۂ آل عمران)۔

" یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہے اور تم ان کے پاس نہیں تھی جب وہ جھگڑ رہے تھے۔"

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا :

تلک من انباء الغیب نوحیها الیک ماکنت تعلمها انت ولا قومک من قبل هذا ○ (سورۂ ھود ۴۹)۔

" یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس سے پہلے ۔"

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمانے سے پہلے اس کی اہمیت کے پیش نظر ارشاد ہوا :

نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ھذا القرآن وان کنت من قبلہ لمن الغفلین (سورۃ یوسف ۳)

" ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لئے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی ۔"

پھر واقعات کی تفصیلات بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہوا :

ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک وما کنت لدیھم اذ اجمعوا امرھم وھم یمکرون ○ (سورۃ یوسف ۱۰۲)۔

" یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے۔"

پھر اس بات کی یقین دہانی کی گئی ہے یہ واقعات موضوع نہیں ہیں بلکہ ان سے کتب سابقہ کی تصدیق ہوتی ہے :

ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ و تفصیل کل شئی وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون (سورۃ یوسف ۱۱۱)

" یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کلاموں کی

تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

الغرض اکثر اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے واقعات پوچھا کرتے تھے پھر آپ پر قرآن پاک نازل ہوتا تو آپ ان پر ان واقعات کی جزئیات بیان فرمایا کرتے تھے جیسے انبیاء علیہم السلام کے واقعات۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ' حضرت یوسف علیہ السلام کا اور ان کے بھائیوں کا قصہ' اصحابہ کہف اور ذوالقرنین کا قصہ' حضرت لقمان اور ان کے بیٹے کا قصہ' ان کے علاوہ اور خبریں شروع پیدائش کی خبریں' توریت' انجیل' زبور اور صحائف ابراہیم و دیگر انبیاء کرام کی خبریں جن کی علماء تصدیق کرتے اور جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس کو جھٹلانے کی آج تک کسی کو جرات نہ ہوئی بلکہ اس پر یقین کرتے تھے۔ پس ان میں سے بعض کو ایمان کی توفیق ملی اور وہ مسلمان ہو گئے اور بعض بدبخت حاسد تھے اور باوجود اس کے نصاریٰ و یہود کو آپ ﷺ سے سخت عداوت تھی انہیں آپ کے جھٹلانے کی انتہائی خواہش اور حرص تھی لیکن آپ ان پر ان کی کتابوں سے دلیل لاتے تھے۔ ان کو ان باتوں سے جھڑکتے جو ان کی کتابوں میں درج تھیں۔ وہ آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام کی خبریں بتلانے میں رنج میں ڈالتے اور ان کے علوم اسرار و عادات کی امانتوں کے متعلق طرح طرح کے سوالات کرتے آپ ان کو ان کی شریعتوں کی پوشیدہ باتیں اور احکامات بتلایا کرتے جیسے کہ ان کا روح' ذوالقرنین' اصحاب کہف' حضرت عیسیٰ علیہ السلام' رجم کے حکم اور جو کچھ اسرائیل نے اپنے پر حرام کر لیا تھا اور جو جانور حرام تھے سوال کرنا اور

آپ کا ان کو جواب دینا سب کچھ قرآن پاک میں موجود ہے جس پر کسی ایک شخص سے بھی منقول نہیں کہ اس نے ان باتوں کا انکار کیا ہو یا اس کو جھٹلایا ہو بلکہ ان میں سے اکثر نے آپ کی نبوت کی صحت کی تصریح کی اور آپ کی بات کو سچ تسلیم کیا' اپنی دشمنی اور حسد کا اقرار کیا جیسے نجران والے اور ابن صوریا اور اخطب کے دو بیٹے وغیرہ اور جس شخص نے اس کے متعلق بہتان کی نسبت کی اور یہ کہا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس کے برخلاف ہے جو قرآن پاک بیان کرتا ہے تو اس کو حجت کے قائم کرنے اور دعوئی کی طرف بلایا گیا ہے۔

قل فاتوا بالتورته فاتلوها ان کنتم صدقین فمن
افتری علی اللہ الکذب من بعد ذلک فاولئک ھم الظلمون
(سورۃ العمران ۹۴)

" تم فرماؤ توریت لا کر پڑھو اگر سچے ہو تو اس کے بعد اللہ پر جو جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔"

پھر ان کو جھڑکا اور ممکن شئے کے لانے کی طرف بلایا پس بعض تو اقرار کرنے لگے اور بعض بے شرم ہوئے اور اس رسوائی کے باوجود "ابن صوریا" جیسے اپنی کتاب پر ہاتھ رکھنے لگے لیکن کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے قول کے خلاف کسی نے اپنی کتابوں سے ظاہر کر کے دکھلایا ہو۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے : یا اھل الکتب قدجاکم رسولنا
یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن
کثیر قدجاء کم منم اللہ نور و کتاب مبین ○ (سورۃ المائدہ

۱۵)

" اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب"۔

قرآن پاک کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس نے گذشتہ انبیاء کرام کی سیرتوں کو ان تمام الزامات اور تہمتوں سے پاک صاف کیا جو ان کے دشمنوں نے یا نادان دوستوں نے ان کی طرف منسوب کر دی تھیں جن کو پڑھ کر تہذیب کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور حیاء کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کفر کی نفی ان الفاظ میں فرمائی کیونکہ منصب نبوت ایمان کو مستلزم ہے اور وہ ایمان کا امام ہوتا ہے۔

ارشاد ہوا : وما کفر سلیمان ولکن الشیطین
کفروا (سورۃ البقرہ)

" اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے ۔"

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدہ کو قرآن مجید نے تین طرح سے ذکر کیا ہے اور عیسائیوں کی تردید فرمائی ہے۔

اول : لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم
(سورۃ مائدہ ۱۷)

" بے شک کافر ہوئے وہ جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی

دیں آخرت کی اور اولاد عاد اور ارم کی ۔"

۷ ۔ انفرادی واقعات کا اعجاز

اس عنوان کے تحت ان چند آیات و واقعات کا ذکر کیا جائے گا جو کسی گروہ کے بعض حادثوں میں عاجز کرنے میں وارد ہوئی ہیں اور ان کو بہانگ دہل یہ بتایا گیا کہ وہ ایسا نہ کریں گے پھر انہوں نے حقیقتاً وہ کام نہ کئے اور وہ کام کرنے پر قادر نہ ہوئے جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے یہود سے فرمایا تھا :

قل ان کانت لکم الدار الاخرۃ عنداللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظلمین ○ (سورۃ البقرہ ۹۵)

" تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے ہو نہ اوروں کے لئے تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر تم سچے ہو اور ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب جو آگے کر چکے اور اللہ خوب ظالموں کو جانتا ہے۔"

ابو اسحٰق زجاج فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بہت بڑی دلیل ہے اور رسالت کی صحت پر واضح حجت اور دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ کہا ہے کہ پھر تم موت کی آرزو کرو اور ان کو بتلا دیا کہ تم ہرگز کبھی ایسا نہ کرو گے پھر ان سے ایک نے بھی موت کی خواہش نہ کی۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر کوئی

ہے۔"

اس کی تردید ان الفاظ میں فرمائی گئی : ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ ○ (سورۃ مائدہ ۷۵)

" مسیح ابن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔"

دوم : و قالو اتخذ اللہ ولدا سبحنہ (سورۃ البقرہ ۱۱۶)

" اور بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی، پاکی ہے اسے ۔"

اس کی تردید صرف ایک لفظ سے ساتھ ہی فرما دی کہ وہ رب اولاد سے پاک ہے ان کا قول غلط ہے۔

سوم : وقالو اتخذ الرحمن ولدا (سورۃ مریم ۸۸)

" اور کافر بولے رحمٰن نے اولاد اختیار کی ۔"

اس کی تردید ساتھ ہی فرما دی : لقد جئتم شیاء ادا

" بے شک تم حد کی بھاری بات لائے" (سورۃ مریم ۸۹)

یہ تمام دقیق باتیں اور معجزانہ پہلو کسی انسان کے بس کی بات نہیں یہ صرف اعجاز قرآن ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

حضرت علامہ بوصیری رحمتہ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں :

لم تقترن بزمان وھی تخبرنا
عن المعاد و عن عاد و عن ارم

" وہ باتیں جو زمانے کے قریب نہ تھیں اور ان کی ہمیں خبریں

شخص ان میں سے ایسا کہے گا تو ضرور اس کے گلے میں تھوک اٹکے گا۔ یعنی اسی وقت وہ مرجائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی آرزو سے باز رکھا اور ان کے دلوں میں خوف خدا ڈال دیا تاکہ ان کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدق اور جو اس کی طرف وحی کی گئی ہے اس کی صحت ظاہر ہو کیونکہ ان میں سے کسی نے آرزو نہ کی وہ آپ کے جھٹلانے پر اگر قادر ہوتے تو ضرور موت کی حرص کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ پس اس سے قرآن پاک کا معجزہ ظاہر ہوا اور اس کی حجت واضح ہو گئی۔

پس ایسا ہی واقعہ آیت مباہلہ کا ہے کیونکہ جب آپ کے پاس نجران کے پادری آئے اور انہوں نے اسلام کا انکار کیا تب اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کی آیت نازل فرمائی اور فرمایا :

فمن حاجک فیه من بعد ما جاء ک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله علی الکٰذبین ○

(سورۃ آل عمران ۶۱)

" پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کرتے ہیں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔"

چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مباہلہ کے

لئے حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمتہ الزہراؓ، حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لیکر میدان مباہلہ میں پہنچے اور نجران کے یہودیوں نے جب ان کی چمکتی نورانی صورتیں دیکھیں تو ان کے سردار عاقب نے ان سے کہا کہ تم یقیناً جانتے ہو کہ وہ نبی ہیں اور یہ کہ جس نبی نے کسی قوم سے مباہلہ کیا تو ان کے چھوٹے بڑے میں سے کبھی کوئی باقی نہ رہا لہٰذا انہوں نے جزیہ دینے پر اکتفاء کیا اور مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔ آپ کا فرمان ہے کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے۔

۸ - خوف و ہیبت

ان اعجاز میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے کلام کا خوف و ہیبت ہے جو سننے والوں کو لاحق ہوتا ہے اور جب اس قرآن مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اس کے اعلیٰ مرتبہ، قوت، رعب و جلال کی وجہ سے اس کے جھٹلانے والوں کے دلوں پر سخت خوف طاری ہو جاتا ہے اور ان کی نفرت کو بڑھاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

ویوادون انقطاعة لکراهتهم له ○ کہ وہ اس کے نہ پڑھنے کو دوست رکھتے تھے کیونکہ وہ اس سے کراہت کرتے تھے۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان القران صعب مستصعب علی من کرهه وهو الحکم واما المومن فلا تزال روعته به وهیبته ایاه مع تلاوته تولیه انجذابًا وتکسبه هشاشةً لمیل قلبه الیه وتصدیقه به ○

ترجمہ : "کہ قرآن اس شخص پر سخت اور مشکل ہے جو اس کو مکروہ

سمجھے وہ حق اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا ہے اور مومن کو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اس کی عظمت اور ہیبت طاری رہتی ہے اور قرآن پاک سے رغبت قلبی اور تصدیق قلبی کی وجہ سے شوق اور مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں یوں ارشاد فرماتا ہے :

اللہ نزل احسن الحدیث کتبا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلودالذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ ○ (سورۃ الزمر ۲۳)

" اللہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے۔ دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں۔"

یہ چار صفات قرآن مجید کی ہیں وہ بہترین کتاب یکساں فصیح و بلیغ، اس کے دوہرے بیان ہیں یعنی وعدے کے ساتھ وعید کا، رحمت کے ساتھ عذاب کا، ظلمت کے ساتھ نور کا ذکر ہے یا مثانی کے یہ معنی ہیں کہ بار بار پڑھی جانے والی اور دل نہ بھرے اور ہر بار نیا لطف دینے والی یا زمانہ گزرنے سے ختم نہ ہونے والی، اس سے اولیاء اللہ کا یہ حال کہ اس کی تلاوت سے ان پر ایسی ہیبت طاری ہوتی ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جسم کانپ جاتے ہیں مگر دل چین پاتے ہیں، دلوں میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے : لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ و تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ○

" اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔" (سورۃ الحشر ۲۱)

قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ خوف مخصوص ہے اور یہ رقت اس شخص کو بھی حاصل ہوتی ہے جو اس کے معنی اور تفسیر کو نہ جانتا ہو جیسا کہ "ایک نصرانی سے منقول ہے کہ وہ ایک قرآن پاک کے قاری کے پاس سے گزرا تو ٹھہر گیا اور رونے لگا اس سے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی خوشی اور نظم سے"

جیسے ایسا خوف ایک جماعت کو اسلام سے پہلے لاحق ہوا تو بعض تو فوراً مسلمان ہو گئے اور بعضوں نے انکار کر دیا۔

صحیح حدیث پاک میں ہے حضرت جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ ہر نماز مغرب میں سورۃ طور پڑھتے ہیں اور جب اس آیت پر پہنچے ام خلقوا من غیر شئی ام ھم الخلقون ام خلقوا السمٰوٰت والارض بل لا یوقنون ام عندھم خزائن ربک ام ھم المصیطرون (سورہ الطور ۳۷ - ۳۵)

" تو قریب تھا کہ میرا دل اسلام کی طرف اڑ جائے اور ایک

روایت میں ہے کہ یہ پہلی بات تھی کہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا۔

عتبہ بن ربیعہ سے مروی ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک اور اپنی قوم کے اختلاف میں کلام کیا تو آپ نے اس پر یہ سورۃ پڑھی حم تنزیل من الرحمٰن الرحیم کتٰب فصلت ایتہ قرآنا عربیًا لقوم یعلمون (سورۂ حم سجدہ ۳ - ۱)

تب عتبہ نے اپنا ہاتھ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منہ پر رکھا اور آپ کو اپنے رشتہ کی قسم دلائی کہ بس کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ پڑھتے تھے اور عتبہ سن رہا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے پیٹھ کے پیچھے لگائے تھا یہاں تک کہ آپ آیت سجدہ تک پہنچے پھر آپ نے سجدہ کیا اور عتبہ مبہوت کھڑا رہا وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا جواب دے وہ اپنے اہل و قوم کی طرف گیا تو اس نے ان کو بتایا کہ واللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کلام کیا کہ ویسا کلام میرے کانوں نے کبھی نہیں سنا اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں آپ کو کیا کہوں۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابن المقفع نے ایک مرتبہ آپ سے قرآن پاک کا معارضہ کرنے کا قصد کیا تو اس کا گذر ایک بچہ پر ہوا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا وقیل یا ارض ابلعی ماءک (سورۂ ہود ۴۴) سن کر گھر کو لوٹ گیا جو کچھ مقابلہ کے لئے لکھا تھا مٹا ڈالا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا معارضہ نہیں ہو سکتا اور یہ انسانی کلام نہیں ہے حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ فصیح تسلیم کیا جاتا تھا۔

اسی طرح یحییٰ بن حکم غزال اندلسی اپنے زمانہ کا نہایت فصیح و بلیغ

شخص تھا اس نے سورۃ اخلاص کی مثل معارضہ کا ارادہ کیا' پھر اس نے کہا مجھے خوف اور رقت طاری ہو گئی جس نے مجھے توبہ اور رجوع پر ابھارا کیونکہ میں اس کے مقابل کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ علامہ بوصیری فرماتے ہیں -

لھا معان کموج البحر فی مدد
وفوق جوھرہ فی الحسن والقیم

ترجمہ : کہ ان آیات کے ایسے معانی ہیں جیسے دریا کی موجیں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں اور دریا کے ہیرے جواہرات سے حسن و قیمت میں بڑھ کر ہیں۔

قرت بھا عین قاریھا فقلت لہ
لقد ظفرت بحبل اللہ فاعتصم

ترجمہ : اس کے پڑھنے والے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں' میں نے اس سے کہا کہ تو بڑے نصیب والا ہے ان میں چنگل مار کر ان پر خوب مضبوط رہ۔

۹ - محفوظ کتاب

قرآن مجید کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ یہ آج تک اسی طرح ہے جیسے اول دن تھا اور قیامت تک محفوظ ہے کبھی معدوم نہیں ہو گا کیونکہ رب تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود ہی لیا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون ○ " ہم نے ذکر کو

اتارا اور ہم بلاشبہ اس کے محافظ ہیں۔"

اور فرمایا : لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ○ (سورۃ حم سجدہ ۴۲)

ترجمہ : باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

اور انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات ان کے اوقات گزرنے کے بعد ختم ہو گئے ان کی صرف خبریں رہ گئی ہیں لیکن قرآن عزیز کی آیات روشن ہیں اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک جوں کا توں قائم و دائم ہے بلکہ یہ تو مجموعہ معجزات ہے کیونکہ قرآن پاک میں چیلنج ہے کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ "کہ تم اس جیسی ایک چھوٹی سورۃ ہی بنا لاؤ" تو سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے جس کی تین آیات ہیں۔ اس طرح سے سارا قرآن پاک مستقل معجزات کا مجموعہ ہے حتیٰ کہ قرآن مجید کے کل کلمات ستتر ہزار نو سو چونتیس (۷۷۹۳۴) ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ مقدار جو اس کی ایک چھوٹی سی آیت جیسے حم اور عسق کے برابر ہو وہ بھی معجزہ ہے۔ اس طرح قرآن مجید کے معجزات کی تعداد سات ہزار سے بھی تجاوز کر جاتی ہے اس کتاب کا ایک ایک کلمہ اول نزول سے لیکر اب تک غالب حجت ہے اس کا معارضہ محال ہے اور تمام زمانے اہل بیان، علماء و فضلا سے آئمہ بلاغت شہسواران کلام، اساتذہ کاملین سے بھرے رہے ہیں ان میں سے سینکڑوں بے دین شرع محمدی کے مخالف و دشمن گزرے لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا کلام نہ لاسکا اور جس کسی نے اس کتاب میں تحریف و تغیر و تبدل کی کوشش کی وہ عاجز و درماندہ ہو

کر اپنی اپنی ایڑیوں کے بل واپس لوٹ گیا۔

۱۰ - مجموعہ معارف

قرآن پاک میں ایسے علوم و فنون جمع کئے ہیں جن سے عموماً عرب کے لوگ اور نبوت سے پہلے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی آشنا نہ تھے اور نہ ان علوم کو پہچانتے تھے اور نہ کسی امت کے آدمی نے ان علوم کا احاطہ کیا تھا پھر اس میں گذشتہ شریعتوں کے تمام علوم کو جمع کیا گیا اور دلایل عقلیہ سے اس میں لوگوں کو تنبیہہ کی گئی اس میں دوسری امتوں کے فرقوں کا دلائل و براہین سے رد کیا گیا جس کے الفاظ آسان ہیں جس کے مقاصد مختصر ہیں اس کے باوجود ہوشیار و چلاک ذہنوں نے اس کے سے دلائل لانے کا ارادہ کیا لیکن عاجز و درماندہ رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے :

اولیس الذی خلق السموت والارض بقدر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلق العلیم (سورۃ یس ۸۱)۔

" اور کہا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا کیوں نہیں اور وہی ہے پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا ہے۔"

نیز فرمایا : لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا ○ (سورۃ الانبیاء ۲۲)۔

" اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے۔"

الغرض اس کتاب میں علوم تاریخ، خبریں، نصائح، حکمتیں،

دار آخرت، محاسن و آداب، اخلاق سبھی کچھ موجود ہے ارشاد ہے :

مافرطنا فی الکتاب من شئی و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی ولقد ضربنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل ○

" ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی اور آپ پر ہم نے کتاب نازل کی کہ ہر چیز کو بیان کرتی ہے اور بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں دی ہیں۔"

نیز آپ نے فرمایا کہ " بے شک اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو حکم دینے ولا جھڑکنے والا، اور صراط مستقیم کی مثالیں بیان کرنے والا اتارا ہے، اس میں ان لوگوں کی بھی خبریں ہیں اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے اس کو طول و تکرار پرانا نہیں کرے گا اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے وہ حق ہے، بیہودہ نہیں جس نے کہا سچ کہا ہے اور جس نے اس کے ساتھ حکم دیا انصاف کیا اور جو اس کے ساتھ محبت لایا وہ غالب ہوا جس نے اس کے مطابق تقسیم کی عدل کیا، جو اس پر عمل کرے گا اجر دیا جائے گا جو اس سے تمسک اختیاز کرے گا صراط مستقیم کی ہدایت پائے گا جس نے اس کے سوا اور سے ہدایت طلب کی وہ گمراہ ہوا جو اس کے بغیر حکم کرے خدا اس کو ہلاک کرے گا وہ ذکر حکیم ہے وہ روشن نور ہے وہ صراط مستقیم ہے وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے وہ شفا و نافع ہے اس شخص کے لئے مضبوطی ہے جو اس سے تمسک اختیار کرے اور اس کے لئے نجات ہے جو اس کی اتباع کرے وہ ٹیڑھا ہوتا ہی نہیں کہ سیدھا کیا جائے وہ کج رو چلتا ہی نہیں کہ عتاب کا مستحق ہو، اس کے عجائبات ختم نہ ہوں

گے اور کثرت تلاوت سے پرانا نہ ہوگا۔

نیز حدیث پاک میں ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں تجھ پر توریت اتاروں گا جو نئی ہوگی (قرآن مجید کو احکام و نصائح کی وجہ سے تورات سے تشبیہ دی گئی ہے) جس سے آپ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور غلاف میں لپٹے ہوئے دلوں کو کھولیں گے، اس میں علم کے چشمے ہیں حکمت کی سمجھ اور دلوں کی فصل بہار ہے۔"

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ تم قرآن کو لازم پکڑو، کیونکہ وہ دلوں کی سمجھ، حکمت کا نور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان هذا القرآن یقص علی نبی اسرائیل اکثر الذی هم فیه یختلفون کہ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے اکثر امور کو بیان کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔"

اور فرمایا : هذا بیان للناس وهدی و موعظة للمتقین (سورۂ آل عمران)

" یہ لوگوں کے لئے بیان اور ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔"

قرآن مجید کی یہ چند باتیں میں نے اس کے وجوہ اعجاز کا مختصر سا تعارف کرانے کے لئے لکھ دی ہیں اگر کوئی تفصیلی استقصاء کرے تو اس کے اعجاز کی اور سینکڑوں وجود موجود ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید نہ صرف فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ہی معجزہ نہیں ہے بلکہ یہ اپنی تمام تر

بندشوں اور تراکیب، ترقیم و تنزیل، تخمیس و تشبیع، آیات کی تقدیم و تاخیر، مطالب و تفہیم، تحفیظ و تحریر الغرض ہر لحظہ، ہر پہلو، ہر زمان و مکان کے لئے اسی طرح معجزہ ہے بلکہ بے شمار معجزات کا مجموعہ ہے، جس طرح سے صاحب قرآن مجید کا سراپا مبارک معجزات کا مجموعہ ہے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ اس سے تمسک حاصل کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک کو اختیار کر کے دین و دنیا میں سرمدی کامیابی حاصل کر سکیں اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر زیادہ سے زیادہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے، میری اس ادنیٰ کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور قرآن پاک و صاحب قرآن پاک کی برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم۔

فقط طالب دعا

ضیاء قادری

" إن من الشعر لحكمة و إن من البيان لسحرا "

الديوان العربى

المرسوم بـ

بساتين الغفران

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے عربی کلام کا پہلا مجموعہ تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل عنقریب رضا دارالاشاعت کی طرف سے منظر عام پر آرہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز

لمعالى فضيلة الإمام الأكبر المجدد **محمد أحمد رضا خان**

١٢٧٢هـ - ١٨٥٦م / ١٣٤٠هـ - ١٩٢١م

إمام أهل السنة و الجماعة بباكستان و بنجلاديش و الهند و افغانستان

جمعه و رتبه و ضبطه و حققه و قدم له واردفه بملحق

الأستاذ

حازم محمد أحمد عبدالرحيم المحفوظ

مدرس مساعد بكلية اللغات و الترجمة - جامعة الأزهر الشريف - القاهرة - مصر

و الأستاذ الزائر بجامعة بنجاب و الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان

روض الریاحین

امام عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۶۹۸ھ / ۷۶۸ھ

بزمِ اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ترجمہ :- علامہ بدرُ القادری مدظلہ العالی (ہالینڈ)

رضا دار الاشاعت لاہور

ایمان افروز روح پرور اور دل کش
کتابیں

" إن من الشعر لحكمة و إن من البيان لسحرا "

الديوان العربى

المرسوم بـ

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
کے عربی کلام کا پہلا مجموعہ تقریباً چار سو
صفحات پر مشتمل عنقریب رضا دار الاشاعت
کی طرف سے منظر عام پر آرہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز

بساتين الغفران

لمعالى فضيلة الإمام الأكبر المجدد **محمد أحمد رضا خان**

١٢٧٢هـ - ١٨٥٦م / ١٣٤٠هـ - ١٩٢١م

إمام أهل السنة و الجماعة بباكستان و بنجلاديش و الهند و افغانستان

جمعه و رتبه و ضبطه و حققه و قدم له واردفه بملحق

الأستاذ

حازم محمد أحمد عبدالرحيم المحفوظ

مدرس مساعد بكلية اللغات و الترجمة - جامعة الأزهر الشريف - القاهرة - مصر

و الأستاذ الزائر بجامعة بنجاب و الجامعة النظامية الرضوية - لاهور - باكستان